901.Sm93or 1

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
ACC NO: 14097
★ MAILSI ★

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

کتاب خانہ سردار جھنڈیر
میلسی (پاکستان)

نمبر شمار ! ....

کتاب نمبر : ....

901.549
7541

جملہ حقوق محفوظ

سلسلۂ مطبوعات عصمت نمبر ۱۵۵

دیہاتی گیت

تصنیف

ڈاکٹر اعظم کریوی

عصمت بک ڈپو دہلی

قیمت ۱۲ آنے

کاغذ کی گرانی کی وجہ سے کتابوں کی قیمت قریباً پانچ آنے فی روپیہ بڑھ گئی ہے

تصانیف مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری کے علاوہ دیگر مطبوعات

عصمت بک ڈپو دہلی

کھانے پکانے کی مستند کتابیں

(از محترمہ آمنہ نازلی)

- عصمتی دسترخوان عار
- مشرقی مغربی کھانے عار
- عصمتی ہنڈکلیا ۸ر
- ناشتہ ۱۰ر
- بچوں کے کھانے ۸ر
- بیماروں کے کھانے ۱۰ر
- ذائقہ دار کھانے ۶ر

دیگر تصانیف محترمہ آمنہ نازلی

- دولت پر قربانیاں (افسانے) ۸ر
- تاریخی لطیفے ۸ر
- عقل کی باتیں ۸ر
- ہنسی کی باتیں ۸ر

نامور خواتین کے افسانے و ناول

- انوکھا بیگم پر
- جاں باز ۱۲ر
- غیرت کی پتلی ۶ر
- شہید وفا صہ
- چاند رخ ۴ر
- فیروزہ ۸ر

زنانہ افسانے و گیت

- افسانۂ حرم ۷ر
- دامن باغبان عمر
- دیہاتی گیت ۸ر

زنانہ دستکاری کی نہایت مفید کتب

- عصمتی کروشیا عمر
- عصمتی کشیدہ صہ
- گلزار درخشاں صر
- گلدستۂ کشیدہ عمر
- گوشۂ زہرہ عمر
- چمنستان خیاطی (سوئی کا کام) عمر
- گلستان خیاطی عمر
- موتیوں کا کام عار
- سلمہ ستارہ کا کام عار
- اونی کام سلائیوں سے عمر
- گوٹہ کناری کا کام عمر
- جالی کا کام عمر
- تارکشی کا کام عمر
- گلدستۂ تارکشی عمر
- کراس اسٹچ ورک ۸ر
- جوہر نسواں راشد الخیری نمبر عمر
- تعلیم فن دستکاری عمر
- خواتین کی دستکاریاں ۸ر
- لکڑی کا باریک کام ۸ر
- وصلی کا کام ۸ر

عورتوں کی خاص کتابیں

- زچہ خانہ (۲ حصے) ۱ے
- سنگھار خانہ (باتصویر) عار

زنانہ نظمیں

- شمع خاموش (از مرحومہ محمدی بیگم) ۶ر
- آئینۂ جمال (از محترمہ نفیس دلہن) ۱۲ر

تصانیف محترمہ خاتون اکرم مرحومہ

- جمال ہمنشین عہ
- گلستان خاتون (افسانے) عمر
- پیکر وفا ۸ر
- بچھڑی بیٹی ۶ر

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا

- مشیر نسواں یا زہرہ عمر
- سرگذشت ہاجرہ ۱۰ر
- تحریر النساء ۱۲ر
- موہنی ۱۰ر

تصانیف محترمہ بلقیس بیگم

- خانہ داری کے تجربات ۱۲ر
- مفید نسواں ۸ر

تصانیف محترمہ حجاب اسمٰعیل

- ادب زریں ۸ر
- نغمات موت ۶ر

تصانیف محترمہ سرور جہاں عنایت اللہ

- پھل پھلواری (باغبانی کے متعلق) ۸ر
- شہزادی نیلو فر (بچوں کیلئے کہانیاں) ۸ر

کچھ اور زنانہ کتابیں

- تنظیم (مذہبی و سیاسی کارنامے) عار
- خواتین اندلس (دلچسپ تذکرہ) ۶ر
- خیابان نسواں (مفید مضامین) ۱۲ر

تصانیف منشی پریم چند

- دودھ کی قیمت (افسانے) عہ
- روحانی شادی (ڈراما) ۶ر

تصانیف رازق الخیری

- وداع راشد ۸
- عصمت کی کہانی ۸

تصانیف مولانا سیماب اکبرآبادی

- زنانہ بستہ (۱۰ حصے) صر
- آفتاب زندگی ۶ر
- شباب زندگی ۶ر

تصانیف صاحبزادہ ولی احمد خاں

- مختصر دنیا (باشندوں کی دنیا کے متعلق) عہ
- انشائے سلمیٰ (زنانہ خطوط) ۶ر

کچھ اور نہایت مفید کتابیں

- صنعت و حرفت عار
- تندرستی ہزار نعمت ۳ر
- بچوں کی تربیت ۱۰ر
- آئینۂ موتر عمر
- کرشمہ کی چھپائی ۱۲ر

بچوں کے لئے کہانیاں

- جاپانی کہانیاں عمر
- مزیدار کہانیاں ۵ر
- بچوں کی دنیا ۶ر

محصول ڈاک بذمہ خریدار — ملنے کا پتہ: عصمت بک ڈپو دہلی — سول ایجنٹ بک ایجنسی

پیش لفظ

ڈاکٹر آعظم کریوی ہندوستانی زبان کے مشہور و مقبول اور زندہ جاوید افسانہ نگاروں میں سے ایک نمایاں افسانہ نگار ہیں۔ جن کی ذات پر ہندوستانی قوم کو فخر ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ پریم چند کی موت نے اس تخلیق کو ختم کر دیا جو ہندوستانی قومیت۔ ہندی معاشرت اور ہندوستانی تقاضوں کو پورا کرتی تھی اور افسانہ نگاری کی دنیا بغیر پریم کے سونی ہے کوئی شک نہیں کہ پریم چند کی بے وقت موت سخت ناقابل تلافی نقصان ہے۔ مگر جس وقت تک آعظم زندہ ہے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک اور خصوصیت ہے جو اعظم کو پریم چند سے بھی ممتاز کرتی ہے اور وہ ہے ان کی کہانیوں کی رومانی مستی و رنگینی۔ پریم چند کی کہانیوں میں سب کچھ پایا جاتا ہے۔ مگر شاعرانہ سرمستی نہیں پائی جاتی۔ غالباً یہ اس لیے کہ پریم چند کی زندگی آغاز ہی سے سخت قسم کی گذری۔ ان کا شاعرانہ احساس نمایاں ہونے سے پہلے ہی فنا ہوگیا اور ربط واسطہ پڑا تو زندگی کی کھلی ہوئی حقیقتوں سے۔ سچ تو یہ ہے کہ اُن کی فطرت میں شاعری کی گنجایش ہی نہ تھی لیکن آعظم کریوی کی زندگی اور زندگی کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات "شعریت" سے محروم نہیں۔

خود آعظم اپنی فطرت اور دماغ کے لحاظ سے شاعر واقع ہوا ہے اس کی زندگی۔ زندگی کے واقعات۔ چہرہ۔ مہرہ۔ رنگ روپ۔ چال ڈھال سب شاعرانہ ہے۔ اور اسی لحاظ سے اس کی کہانیوں میں رومانی طور پر بھی جان پائی جاتی ہے۔

کسی قوم اور کسی ملک کے ادب پر نظر ڈالتے ہوئے نقاد کا نقطہ نظر یہ ہوتا ہے کہ آرٹسٹ۔ شاعر یا افسانہ نگار کہاں تک اپنے ماحول کی نمایندگی کرتا ہے۔ بعض اُن میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا ماحول ان کی قوم اور ملک ہی ہوتا ہے۔ اور بعض کا ماحول اپنا "زمانہ"۔ اسی قسم کی "آفاقیت" ہی دراصل کسی انشا پرداز اور افسانہ نگار کی انفرادیت کہلائی جا سکتی ہے۔

پریم چند کا ادب ماحولی ہے اور آعظم کی کہانیوں میں بھی وہی آفاقیت

بدرجہ اتم اور کامل حُسن کے ساتھ پائی جاتی ہے جو کسی افسانہ نگار کو صاحب طرز کا درجہ عطا فرماتی ہے۔

جہاں اور باتیں پریم چند اور اعظم میں مشترک ہیں وہاں ایک یہ حقیقت بھی دونوں کی قسمت ہے کہ ان دونوں یادگار افسانہ نگاروں کے "ادب" کا ماحول" سامراجی تمدن اور قدیم معتقدات" ہیں گو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ کہانی اسی قدر تغیر سے ضرور ہمکنار ہوئی ہے جس قدر کہ سماج پر تغیر کے اثرات ہیں۔

خاص کر اعظم نے تو اپنی دنیا الگ بنالی ہے اور اسی لحاظ سے ہم اس کو خاص "انقلابی" کہہ سکتے ہیں۔ وہ راجہ۔ رانی۔ بادشاہوں اور شہزادیوں کا ثناخواں نہیں ہے۔ وہ ہندوستانی دیہات اور گاؤں کی زندگی کا نمایندہ ہے۔ اس کی تصویریں ہندی اور ان تصویروں کا رنگ خالص "آفاقی" ہے۔ ہندوستانی گاؤں کی پاک بھینی زندگی اور غریبوں کی بے لوث معاشرت اور اس سادہ معاشرت میں جان ڈالنے والی سچی محبت کا مصور ہے۔

یہ مختصر کتاب" دیہاتی گیت" ان کی کہانیوں کا تو مجموعہ نہیں لیکن ہندوستانی ادب میں بیش قیمت کتاب ہے اور اعظم کی فطرت اور افسانوی تقاضوں کی ایک کڑی ہے جس کو میرے دوست مولانا رازق الخیری نے شائع فرما کر اردو ادب میں ایک یادگار کتاب کا اضافہ کیا ہے۔

سوچا جائے تو یہ بھی افسانویت سے خالی نہیں اور اس ترقی یافتہ ادب کے لئے بنیادی سامان ہے جس کی طرف ہمارے فقیر مگر سرمایہ داروں کے مغرور نمایندے ادیبوں اور شاعروں نے حال ہی میں توجہ فرمائی ہے یہ اس نئے احساس کی ایک روشن اور کامیاب تصویر ہے جو ہندوستان کی سماجی اور طبقاتی آزادی کے خط و خال کو واضح کرتا ہے اور جس کی وضاحت میں ملکی آزادی کا راز پوشیدہ ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ بنیادی طور پر جس کتاب کی یہ اہمیت ہو اس کے مصنف اور اس کے ناشر کو کس قدر مبارکباد کا مستحق قرار دیا جانا چاہیئے ——— !؟

ہمارے نئے ادب کی تاریخ یہ استحقاق ضرور ان لوگوں کو دے گی۔ بڑی پستی ہے اگر خدمت کرنے والے ان باتوں میں الجھ کر رہ جائیں اور میں جانتا ہوں کہ اعظم اور رازق اس مرتبہ کے کام کرنیوالے نہیں ہیں جن کو تعریف و ستایش اور صلہ و معاوضہ کی کوئی پرواہ ہو۔

ادبی مرکز میرٹھ
۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء

ساغر نظامی

فہرست

جملہ حقوق محفوظ

عِصمت بُک ڈپو دِہلی

بار اوّل اپریل سنہ ۱۹۳۹ء — بار دوم فروری سنہ ۱۹۴۴ء

مطبوعہ جمال پریس دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا شبلی شعر العجم میں فرماتے ہیں کہ "احساس جب الفاظ کا جامہ پہن لیتا ہے تو شعر بن جاتا ہے"۔ اسی سلسلہ میں مولانا نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک یورپین مصنف کا خیال ہے "ہر چند جو چیز دل پر استعجاب، حسرت یا جوش پیدا کرے شعر ہے" اس کسوٹی پر جب ہم دیہاتی گیتوں کو پرکھتے ہیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ بھی شاعری کی حد سے باہر نہیں ہیں یہ دوسری بات ہے کہ دیہاتی شاعری میں ردیف اور قافیہ کی پابندی لازمی نہیں۔ جاہل دیہاتیوں کے دل پر جو کچھ اثر ہوتا ہے۔ وہی اُن کی زبان سے موزوں گیت کی شکل میں اضطراراً نکل جاتا ہے اگر نیچرل شاعری محض اصل واقعات نقل کر دینے کا نام ہے تو دیہاتی گیتوں کے واقعی ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ ہز اکسیلنسی سر ولیم ہیرس کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سابق گورنر صوبجات متحدہ نے ہندوستانی اکاڈیمی الہ آباد کے پہلے جلسہ میں اپنی افتتاحی تقریر میں تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ "جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں دیہات کے گیتوں راگوں میں بہت سے ایسے موجود ہیں جن کی زبان عمدہ ہے۔ اور جو دل پر بہ نسبت بعض مسلّم استادوں کے کلام کے زیادہ اثر کرتے ہیں (ہندی شاعری صفحہ ۱۲)

دیہاتی شاعری میں زیادہ حصہ صنف نازک کا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاثیر و تاثر کے لحاظ سے دیہاتی گیتوں کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ کوئلیا (کوئل) نارنگیا (نارنگی) سانوبیا۔ مونیا۔ چملیا (چمیلی) پیریا (پیاری) کٹریا (کٹاری) کنیّا (کنیا)

مشہور دیہاتی شاعرہ گذری ہیں۔ چونکہ شعر الہند" "خمخانہ جاوید وغیرہ کی طرح دیہاتی شاعروں کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اس وجہ سے ان کے حالات زندگی پردۂ تاریکی میں ہیں۔

ہندی میں دیہاتی گیتوں کا ایک مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔ مگر اُردو میں چند منتشر مضامین کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس سے پیشتر میں ہمایوں نیرنگ خیال وغیرہ میں دیہاتی گیتوں پر اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں۔ اب عصمت کے لئے خاص طور پر یہ مضمون لکھ رہا ہوں۔ اگر ناظرین عصمت نے پسند کیا تو اس کا سلسلہ کم از کم ایک سال تک جاری رہے گا۔ اور پھر اگر ممکن ہوا تو کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے گا۔

ملحوظ خاطر رہے کہ دیہاتی گیتوں کو بنانے والے عموماً ان پڑھ گنوار عورتیں یا مرد ہوتے ہیں۔ جو کچھ ان کے دل پر گذرتا ہے۔ وہی ان کی زبان پر آجاتا ہے مظلوم۔ مصیبت زدہ دیہاتی عورتیں فریاد کرتی ہیں۔ مگر ان کی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ہمارے دلوں پر ان گیتوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ دیہاتی گیتوں سے ہمیں دیہاتیوں کے خیالات اور جذبات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس مضمون کے لکھنے کا یہی اصلی مقصد ہے اگر کوئی صاحب یا صاحبہ ان گیتوں میں وجدانیات الہامات اور ادبِ لطیف کے جویا ہوں گے۔ تو میرے خیال میں انھیں مایوسی ہوگی (اعظم کریوی)

چھوٹے بلما ہمار موری گوئیاں ناحق لائیو گونوا اس موری گوئیاں

جیلرا اس دوئی دیورا ہمرے

مُسوا بلما ہمار موری گوئیاں۔ چھوٹے بلما......

ترجمہ:۔ ایک جوان عورت کی شادی ایک کم سن مرد سے ہوئی۔ جب اس کا گوان ہوا اور وہ اپنی سسرال گئی تو وہ اپنی ایک سکھی سے وہ کہتی ہے " لے ری سکھی! میرا گون فضول ہوا۔ جیلر (جوں) کی طرح میرے دو چھوٹے دیور ہیں اور چوہے کی طرح شوہر

تلوا لگا یُوں۔ بکیوا لگا یُوں کھٹیا پا دبہوں اولار موری گوئیاں

ترجمہ:۔ تیل اور ابٹن لگا کر میں نے اُن (شوہر) کو چارپائی پر لٹا دیا۔

بیچے نیچے آئی بلہ یا ۔ لے گئی بلماں اُٹھائے موری گیّاں

ترجمہ:۔ چپکے چپکے بلی آئی اور وہ میرے پتی (شوہر) کو اٹھا لے گئی۔

ساس موری روئے نند موری روئے ۔ روئے ہماری بلائے موری گیّاں

ترجمہ:۔ میری ساس اور نند رونے لگیں میں کیوں روؤں؟ میری بلا روئے

کوٹھوا پہ ڈھونڈوں اٹریا پہ ڈھونڈوں ۔ کھٹیا نرے چلائیں موری گیّاں

ترجمہ:۔ میں نے کوٹھے پہ ڈھونڈا۔ اٹاری پر تلاش کیا لیکن پتی دیوتا (شوہر) تو چارپائی کے نیچے پڑے چلا رہے تھے۔

اس گیت کو پڑھ کر ہنسی آتی ہے۔ لیکن حقیقت میں رونا چاہیئے "روئے ہماری بلائے" میں ایک بدنصیب رسم و رواج کی ستائی عورت کی داستان غم پوشیدہ ہے۔ جب یہ گیت عورتوں میں گایا جاتا ہوگا تو اُن نوجوان عورتوں کے دل کی کیا حالت ہوتی ہوگی جن کے شوہر واقعی چوہے کی طرح چھوٹے اور کم سن ہوتے ہوں گے۔ شہروں میں تو اب کچھ کچھ اصلاح ہو چکی ہے۔ مگر دیہاتیوں میں اب بھی غریب ہندو گھروں میں بے جوڑ شادیوں کا بہت رواج ہے۔

(۳)

گہری جمنا کے تروان چنن کچھ رکھوا ہو ۔ تن ڈریا پر میں ہنڈولوا جھولیں رانی کمنی ہو

جھولت ہی جھولت ابیر بھو اور دیر بھا ہے ہو ۔ مورٹلا موتن کیر ہار جمنا جل بھیتر ہو

دھاؤ بہن چکیا تو پانی بیگ لاؤ ہو ۔ چکنی چن لیو موتیا کا ہار جمنا جل بھیتر ہو

اگیا لگاؤں تو رہر دا ابجر پر سے موتن ہو ۔ بہتی بھجوے جکوا ہرن ڈھونڈت نا ہیں پاون ہو

ترجمہ:۔ گہری جمنا کے کنارے ایک چندن کا گھنا پیڑ ہے۔ اس کی ڈال پر جھولا پڑا ہے اسی پر رانی رکمنی جھولا جھول رہی ہیں۔ جھولتے جھولتے بہت دیر ہو گئی۔ یکایک

ان کے گلے سے موتی کا ہار ٹوٹ گیا اور موتی جمنا میں گر پڑے۔

رانی رکمنی نے چکئی (سرخاب کی مادہ) سے کہا۔ اے چکئی بہن! جلدی سے ڈبکی لگا کر پانی کے اندر سے میرے ہار کے موتیوں کو چن کر نکال لاؤ۔

چکئی جو چکوا (سرخاب) کی یاد میں تڑپ رہی تھی۔ اس نے رانی سے جل کر کہا۔ تمہارے ہار میں آگ لگے۔ موتی پر بجلی گرے۔ شام سے میرا چکوا کھو گیا ہے (کہا جاتا ہے کہ شام ہوتے ہی چکوا چکور سے جدا ہو جاتا ہے۔ چکئی دریا کے اِس پار اور چکوا اُس پار رہتا ہے) میں اُسی کو تلاش کر رہی ہوں (مجھے اتنی فرصت کہاں جو تمہارے موتی چنوں)

چکئی پرند کی محبت کا کتنا اچھا ثبوت ہے۔ رانی کو اپنے ہار کی اور چکئی کو اپنے چکوا ہی کی فکر ہے۔

۳

بابا بنیا کا پیڑ جن کاٹیو بنیا چڑیا بسیر۔ بلیا لیہوں بیرن
بابا بٹیا جن کو دکھ دیہو بٹیا چڑیا کی نائیں۔ بلیا لیہوں بیرن
سب ری چڑیا اڑ جیہیں رہ جیہی نبیا اکیلی۔ بلیا لیہوں بیرن
سب ری بٹیا جیہیں سا سُرے رہ جائے مائی اکیلی۔ بلیا لیہوں بیرن

ترجمہ:۔ لڑکی اپنی سسرال جا رہی ہے۔ گھر کے سامنے نیم کا ایک پیڑ ہے۔ شاید اسی نے اس کو لگا ہو گا۔ وداع کے وقت وہ اپنے باپ سے کہتی ہے "

اے بابا اس نیم کے پیڑ کو مت کاٹنا۔ اس پر چڑیاں بسیرا لیتی ہیں۔

اے بابا! لڑکیوں کو بھی کوئی تکلیف نہ دینا۔ بیٹی اور چڑیا کی حالت ایک سی ہوتی ہے۔

سب چڑیاں اڑ جائیں گی صرف نیم اکیلی رہ جائے گی۔

سب لڑکیاں اپنے اپنے سسرال چلی جائیں گی ماں اکیلی رہ جائے گی۔

سچ ہے میکے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے۔

۴

ٹھاڑی جھرکوا ہیں چتوؤں نیہرے کو ڈنین آئی
اِدھر سے نیاری کیسے بیوارے جن موری سدھیو نہ لیں
ادھر سے بھینا کیسے بیرن سسرے میں ساون ہوئی

ترجمہ:۔ ہندوؤں میں دستور ہے کہ ساون میں لڑکیاں اپنے میکے جاتی ہیں۔ لڑکی سسرال میں ہے وہ میکے جانے کے لئے بے چین ہے۔ ساون کا مہینہ آگیا ہے۔ لیکن اس کا بھائی بلانے نہیں آیا۔ وہ کہتی ہے میں کھڑکی سے دیکھ رہی ہوں۔ ہائے میکے سے کوئی آتا دکھائی نہیں دیتا۔ ہائے میرے ماں باپ کیسے ہیں جنہوں نے اب تک میری سُدھ نہ لی جس بہن کا ساون سسرال میں گذرے اس کے بھائی سے زیادہ کون سنگدل ہوگا۔

اس عرصہ میں لڑکی دیکھتی ہے۔

اگلے کے گھڑوا پہ بابا مورا پچھوا کے برنا ہمار
بھلا رے نیاری بھلی بیٹی رے اب موری سدھیا جو لیں
کنوری سے آویں بوا مورا جیکر بٹیا دلاری رے
چنری لے آویں بیرن مورا جیکر بہنی دلاری رے

ترجمہ:۔ آگے آگے گھوڑے پر باپ سوار آرہا ہے اس کے پیچھے میرا بھائی ہے۔ آہاہا۔ میرے ماں باپ کیسے اچھے ہیں جنہوں نے میری سدھ لے لی۔ میرے باپ "کانور" لائے ہیں وہ اپنی بیٹی کو بہت چاہتے ہیں۔

میرا بھائی چنری لایا ہے۔ وہ اپنی بہن کو بہت چاہتا ہے۔

منگل گیت

(۵)

چلو نہ سکھیاں سہیلی رے جمنا میں جاتی ہوں　جمنا کے نرمل نیر کلس بھر لائی ہو
کوئی سکھی جل بھریں کوئی مکھ دھوویں ہو　کوئی سکھی ٹھاری نہائے ایک تریا روئے ہو
کی تو ہین ساس و سسر کی نیہر دور ہے　بہنی نہ میرا پیا پردیس کو دکھ رووں ہو

بہو ہیریا منگل گیت بچّوں کی پیدائش پر گایا جاتا ہے۔

مطلب :۔ سکھیو چلو جمنا جی چلیں۔ جمنا جی کا پانی بہت صاف و شفاف ہے۔ چلو گھڑا بھر لائیں۔ کوئی سکھی پانی بھر رہی ہے۔ کوئی منہ دھو رہی ہے۔ اور کوئی سکھی کھڑی نہا رہی ہے۔ ایک سکھی رو رہی ہے۔ (رونے والی عورت سے کوئی پوچھتی ہے) اے سکھی! کیا تجھے ساس یا سسرے نے کوئی تکلیف پہنچائی ہے۔ یا تیرا سوامی پردیس میں ہے۔ آخر تو کس وجہ سے رو رہی ہے (عورت جواب دیتی ہے) اے بہن! نہ تو مجھے ساس و سسر نے کوئی تکلیف پہنچائی اور نہ میرا سوامی پردیس میں ہے۔ میں تو کوکھ کے درد سے رو رہی ہوں (میرے کوئی اولاد نہیں)

(۶)

ساس موری کہے ۔ بنجھیا نند برج باسن ہو
رام جن کی میں باری بیاہی او گھر سے نکارن ہو
گھر سے نکر سنبھا جنگل بیچ ٹھاری ہو
راہ بن سے نکری بگھنیاں تو دکھ سکھ پوچھی ہو
تریا۔ کون بپت کی ماری جنگل بیچ ٹھاری ہو
ساس موری کے بنجھیا نند برج باسن ہو
باگھن! جن کی میں باری بیاہی او گھر سے نکارن ہو
باگھن! ہم کا جو تم کھائے لیو۔ بپت سے چھوٹب ہو

جھواں سے تم آیئو لوٹ وہاں جاؤ تمھیں نا ہے کھابے ہو

بانجھن تم کا جو ہم کھائی لیبے ہم ہوں بانجھ ہوئے بے ہو

مطلب:۔ (ایک بانجھ عورت اپنے دل کا درد کہہ رہی ہے) میری ساس مجھ کو بانجھ اور رنڈ برج باسن کہتی ہے (انتہا یہ ہے) کہ بالے پن میں جن سے میری شادی ہوئی تھی اُنھوں نے مجھ کو گھر سے نکال دیا۔ بانجھ عورت گھر سے نکل کر جنگل میں بے یار و مددگار اکیلی کھڑی ہے؟ عورت نے کہا۔ اے شیرنی! میری ساس مجھ کو بانجھ اور رنڈ برج باسن کہتی ہے جو مجھ کو بیاہ کر لائے تھے اُنھوں نے گھر سے نکال دیا ہے۔ اگر تم مجھ کو کھا لو تو میں اس زندگی کی مصیبت سے چھٹکارا پا جاؤں! شیرنی نے کہا تم جہاں سے آئی ہو وہیں لوٹ جاؤ۔ میں تم کو نہ کھاؤں گی۔ اگر کھاؤں گی تو میں خود بانجھ ہو جاؤں گی

اس کے بعد اور گیت ہے۔ جس میں عورت ناگن سے ڈسنے کو کہتی ہے وہ انکار کرتی ہے۔ پھر عورت اپنی ماں کے ہاں میکے پہنچتی ہے۔ وہ بھی اس ڈر سے کہ کہیں وہ خود بانجھ نہ ہو جائے گھر میں گھسنے نہیں دیتی۔ آخرکار عورت زمین سے کہتی ہے کہ دھرتی ماتا پھٹ جاؤ تا کہ میں اس میں سما جاؤں۔ لیکن وہ بھی بانجھ عورت کو اپنے شرن میں لینے سے انکار کر دیتی ہے۔ کتنا دردانگیز گیت ہے۔

(۷)

پلجیا میں بیٹھی ہیں ساس بہو سے پوچھن رے

بہو ری کا ہے تور منھوا پیارا گور گھبرا وے رے

لاج شرم کی بتیا میں ساسوجی سے کیسے کہوں رے

ساس تور پوت چھیل چھبیلوا انچر وا نیچ ڈاریں رے

ارے ساسوجی کے ہوئے چریانند من ہر لیبے رے

اپنے راجا کے پران پیاری ہو دل مورے ہوئیں رے

مطلب :- باچے پر ساس بیٹھی اپنی بہو سے پوچھ رہی ہے کہ اے بہو تمہارا چہرہ پیلا کیوں ہے۔ پاؤں بھاری کیوں ہے (یہ سُن کر بہو اپنے دل میں سوچتی ہے) ٹھیک جواب کیسے دوں مجھے تو لاج آتی ہے۔ پھر وہ بولی ساس جی تمہارا لڑکا بڑا نٹ کھٹ اور شوخ ہے۔ اس نے میرا آنچل مسل دیا ہے۔ ساس نے کہا اری البیلی بہو مجھ سے باتیں نہ بناؤ میں سب سمجھ گئی میرے لڑکے کو الزام نہ لگا۔ آج کے نویں مہینے تیرے لڑکا ہوگا۔ بہو کہتی ہے۔ میں ساس کی کنیز بن جاؤنگی نند کا من ہر لوں گی۔ اور اپنے راجہ (شوہر) کی پران پیاری (بیوی) ہو جاؤں گی۔

(۸)

ساس جی بولے لیں اُڑپی نند تڑپی بولے ہو

بہوری کا ہے کو بھر لیو گمان سوئے لیو سکھ نندرا

بابا کے ہیں ہم ننروئی تے بھیا کے دسرئی ہو

دے اپنے ہرجی کے پران ادھاری سوے سے سکھ نندرا

اتنا بچن راجہ سُن لیں سُن ہو نہ بولن ہو

راجہ ساری رات سینیں کر دیتا نا مکھ ہو نہ بولیں ہو

کیا دو راجو نا بگڑے سجیا بھور بھیلی ہو

اے رانی! گنگا جمن موری ماتا گرب بولی ہو

ہم سے بھول تکسہ یا ساسو پگ لاگب

راجہ میا! منائے ہم لیب رادین بولے ہو

مطلب :- ساس ڈانٹ کر اور نند تڑپ کر کہتی ہے بہو! تم کس گمان میں ہو، جو خوب آرام سے سوتی ہو۔ (بہو نے جواب دیا) میں اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی ہوں

بھائی کی دُلاری اور اپنے شوہر کی جان ہوں۔ اسی لئے خوب آرام سے سوتی ہوں۔ شوہر نے اپنی بیوی کی یہ باتیں سُن لیں غصہ میں وہ ساری رات پلنگ پر ایک کروٹ لیٹے رہے۔ بیوی سے باتیں نہ کیں۔ بیوی نے پوچھا اے راجہ (شوہر) کیا میں نے آپ کا کھانا اچھا نہ پکایا۔ یا سچی بات کہنے میں غلطی ہوئی۔ آپ کی خدمت کرنے میں مجھ سے ایسی کیا غلطی ہوئی جو آپ مجھ سے نہیں بولتے۔ شوہر نے کہا اے رانی نہ تم نے کھانا خراب پکایا۔ نہ پلنگ بچھانے میں تم نے کوئی غلطی کی۔ میں تو صرف اس وجہ سے ناخوش ہوں۔ کہ تم نے میری گنگا جمنا کی طرح پاک اور قابلِ عزت ماں کو اکڑکر جواب دیا۔ (بیوی نے کہا) مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں ساس جی کے پاؤں چھو کر معافی مانگ لوں گی۔ اے راجہ آپ مجھ سے خوش ہو کر بولیں میں آپ کی ماں کو منا لوں گی۔

(۹)

سُسُر و دوروا جان مہریا لہر لہر کرے منہر کرے
مورے انگنا رس چووسے زچہ رانی بھیجیں
دوروا سے آئے بیرن بھیّا چھریا پہنائیں کرڑ ما پہنائیں
سارے کہٹون میں رکھوا جان مہر ما بہن موری بیچے ہو
اِدھر سے بولیں زچہ رانی نینا کجرا دیئے۔ سر ما سیندور دیہے
منہ ماں تنبول لئے کو کھوا ہو رل لئے ہوئے
بھیّا سُسر سے لگائی جھریا جھریا جن کا ٹو ہو

مطلب :۔ میرے سُسرے کے دروازے پر نیبو کا درخت لہلہا رہا ہے لہک رہا ہے۔ اس سے آنگن میں رس ٹپکتا ہے جس سے زچہ رانی بھیگ رہی ہیں۔ باہر سے بھائی آیا اور وہ چھری اور کٹاری تیز کرنے لگا۔ میری بہن بھیگتی ہے میں اس کمبخت نیبو کے درخت کو ابھی کاٹ ڈالوں گا (یہ سُن کر) کوٹھری سے زچہ رانی نکلیں۔

وہ آنکھوں میں کاجل۔ مانگ میں سیندور لگائے اور منھ میں پان لئے تھیں۔ ان کی گود میں بچہ تھا۔ انھوں نے کہا اے بھائی اس نیبو کے پیڑ کو میرے سسر نے لگایا تھا (یہ ان کی یادگار ہے) اسے نہ کاٹو۔

(۱۰)

گا ہے کا چننا اتاریو کپور بھرائیو	رانی کیسہ دیکھ چڑھ اٹریا کا ہے دیکھ مرجھائیو
ہورلا کے چننا اتارن کپور بھرائن	راجہ تمھیں دیکھ چیڑھ ہوں اٹریا سوت دیکھ مرجھائن
رانی تم تو انڈ کی کنتریا پھٹ بیتی ٹوٹو	رانی ہم تو بانس کے کنہیا نوائے ناہیں ٹٹتے

مطلب:۔ (شوہر اپنی بیوی سے دریافت کرتا ہے) کس کا چندن اتار کے تم نے کافور بھرا۔ کس کو دیکھنے کے لئے تم کوٹھے پر چڑھیں اور پھر کمھلا گئیں۔

(بیوی جواب دیتی ہے) بچے کا چندن اتار کر کافور بھرا ہے۔ میرے سرتاج میں تم کو دیکھنے کے لئے کوٹھے پر چڑھی (لیکن جب تمھارے ساتھ) سوت کو دیکھا۔ تو رنج وغم کے مارے مرجھا گئی۔

شوہر:۔ اے رانی تمھاری مثال تو اینڈ کی نازک ڈنٹھل کی طرح ہے ہے کہ ذرا سا دھکا لگا اور فوراً ٹوٹ گیا۔ لیکن میری مثال بانس کی پتلی شاخ کی طرح ہے جو جھک جانے پر بھی نہیں ٹوٹ سکتی۔

دیہاتی شاعرہ کے حسن کی داد دیجئے۔

(۱۱)

دن تو سون سورج بن رات چندا بن رے	بہتی نیہر سون اپنی میا بن سسرے پرش بن رے
گری گٹھریا کوں باندھے بن میا رے	بہی لیک کھبریا کیں بہوں تو اپنے بھیا بن رے

مطلب:۔ جس طرح سورج کے بغیر دن اور چاند کے بغیر رات سونی ہوتی ہے اسی طرح ماں کے بغیر میکہ اور شوہر کے بغیر سسرال سونا معلوم ہوتے ہیں۔ ماں کے سوا

بھاری گٹھری کون باندھ کر دے سکتا ہے۔ بہن کی دُکھ سکھ کی خبر بھائی ہی تو دے سکتا ہے۔

(۱۲)

کنواں کھدائے کون پھل ہے مورے صاحب — جھنکو بھریں پنہارن تبے پھل ہوئے ہے
بگیا لگائے کون پھل ہوئی مورے صاحب — راہے باٹ امواجب کھائیں تبے پھل ہوئی ہیں
پکھرا کھدائے کون پھل ہے مورے صاحب — گو ایں جڑ پانی تبے پھل ہوئی ہیں
تریا کے جنم کون پھل ہے مورے صاحب — پتوا جنم جب لے ہیں تبے پھل ہوئی ہیں
پتوا کے جنمے کون پھل ہے مورے صاحب — دنیا آنند جب سے ای ہتے پھل ہوئی ہیں

مطلب:۔ اے میرے سرتاج باغ لگانے کا فائدہ تو تب ہی جب وہ ہاں سے پنہارن پانی بھریں۔
اے میرے سرتاج باغ لگانے کا فائدہ تو تب ہی جب ہار راہ چلنے والے آم کھائیں
اے میرے سرتاج تالاب کھدوانے کا فائدہ تو تب ہی جب گائیں ٹھنڈا پانی پئیں۔
اے میرے سرتاج عورت ہونے کا فائدہ تو تب ہے جب اس کے لڑکا ہو۔
اے میرے سرتاج لڑکا ہونے کا مزا تب ہے۔ جب اس سے دنیا کو آرام ملے۔

(۱۳)

البیلی زچہ رانی خوب بنیں — اپنے پیا کی سہاگن خوب بنیں
جیسے ریشم کے لچھے زچہ رانی کیسی بنیں
جیسے چندن کے ٹِکسا زچہ رانی ماتھے بنیں۔ البیلی ؍
جیسے آم کیر پھنکیا زچہ رانی بنی
اپنے پیا کی دلاری زچہ رانی خوب بنیں۔ متوالی زچہ رانی ؍
جیسے سگا کے ٹھرو زچہ رانی ناک بنی
جیسے انار کے دانے زچہ رانی دانت بنی۔
اپنے پیا کی سہاگن زچہ رانی خوب بنی

جیسے انار کی کلیاں زچہ رانی ہونٹ بنی۔ متوالی زچہ رانی ،،
جیسے کیرا کیر کھمبا زچہ رانی جانگھ بنی
اپنے پیا کی سہاگن زچہ رانی خوب بنی
جیسے کیرا کرے چھمیا زچہ رانی انگلی بنی
متوالی زچہ رانی خوب بنی - البیلی زچہ رانی خوب بنی

مطلب:۔ البیلی زچہ رانی بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہیں اپنے شوہر کی سُہاگن زچہ رانی کا حُسن دلکش ہے۔ البیلی کے بال ریشم کے لچھے ہیں۔ اپنے شوہر کی سہاگن زچہ رانی کی پیشانی گویا چندن کا ہلسا ہے (ہلسا وہ پتھر جس پر چندن گھسا جاتا ہے) البیلی کی آنکھیں گویا آم کی پھانکیں ہیں اپنے شوہر کی سہاگن زچہ رانی کی ناک طوطے کی چونچ کی طرح ہے۔

البیلی کے دانت گویا انار کے دانے ہیں - اپنے شوہر کی سہاگن زچہ رانی کے ہونٹ انار کی کلیاں ہیں۔

البیلی کی ران گویا کیلے کا تنہ ہے - اپنے شوہر کی سہاگن زچہ رانی کی انگلیاں گویا کیلے کی پھلیاں ہیں۔

متوالی زچہ رانی کتنی خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔

(۱۴)

ہنس ہنس کے پوچھیں راجہ نے رانی کہ راجہ ہو
موری رانی گیاں لگائی تھی دیر بڑ بس من ہوگیا رے
پھول چُنن گئی بگیا وہی پھول بگیا رے
اے مورے راجہ باری کو لگن بھونرا آنچر گہے راکھے رے
لاؤنہ ڈھال ترو ریا کمر کٹریا

موری رانی ماروں میں باری کو بھونرواری منتر تمھارو اور میری ہمارو ہیرے

ڈارن ڈارن پیا پھریں پاتن بھونرا

اے میرے بھونرا اُڑے نہ بیٹھو پھلو ریا راجہ تمھیں وہیں رے

ڈھیری تے سونی میری بن جہری مردن ہو

جیسے ویسے موری سونی پھلو ریا۔ اکیلے بھونرا بن رے

مطلب:۔ راجہ نے ہنس کر پوچھا اے رانی تم نے اتنی دیر کہاں لگائی تمھاری جدائی میں میرا جی گھبرا گیا۔ رانی نے کہا میں پھول چننے گئی تھی۔ اے راجہ وہاں میرے باپ کے پریمی بھونرے نے میرا آنچل تھام کر روک لیا تھا۔

راجہ نے کہا۔ میری ڈھال تلوار لاؤ۔ میری کمر کی کٹاری لاؤ۔ میں تمھارے باپ کے پریمی بھونرے کو جان سے ماروں گا۔ تمھارا دوست میرا دشمن ہے۔ میرے سوامی ڈال ڈال اور بھونرا پات پات پھر رہا ہے۔ اے بھونرا تو پھلواری سے اُڑ کر چلا جا۔ نہیں تو میرے راجہ تجھ کو مار ڈالیں گے (رانی کہتی ہے) آہ جس طرح عورت کے بغیر مکان کی اور مرد کے بغیر عورت کی زینت نہیں ہوتی ہے۔ اسی طرح پھلواری کی بھی رونق بھونرے کے دم سے ہے۔ بھونرا نہ ہو تو پھلواری سنسان معلوم ہوتی ہے

(۱۵)

سکھیا دکھیا دونوں بہنیاں	دونوں بدھاوا آئیں اے راجہ بیرن
سکھیا جے لائیں گھنرا اگڑ ہرا	دکھیا دوب کے پونڑا لے راجہ بیرن
سکھیا جے پوچھے اپنے بیرن سے	بدا کرو گھر جائی ہرے راجہ بیرن
لیو نہ بہنی کو پنچھ بھر موتیا	سیاں چڑھن کا گھوڑا ہرے راجہ بیرن
دکھیا جے پوچھیں اپنے بیرن سے	بدا کرو گھر جائی ہرے راجہ بیرن
لیو نہ بہنی کو پنچھ بھر کو دوں	دہی دوبا کا پونڑا میری بہنی

گونواں گرٹوانگھی نہ پایوں دوبا جھرن لاگیں موتی ہرے راجہ بیرن
کوٹھے چڑھی بھوجی پکارے ہیں روٹھی نند گھر لاؤ ہرے مورے راجہ

مطلب :- سکھیا دکھیا دو بہنیں تھیں (ایک امیر دوسری غریب) بھائی کے یہاں لڑکا ہوا تو دونوں بدھاوا لے کر آئیں۔ سکھیا لڑکے کے ہاتھ اور پاؤں کے کڑے لے آئی اور غریب دکھیا دوب (گھاس) کے کچھ ڈنٹھل نوچ کر لے آئی۔ سکھیا نے اپنے بھائی سے پوچھا اے بھائی بدا کرو تو میں گھر جاؤں۔

بھائی نے کہا بڑی خوشی سے جاؤ، آنچل بھر کر موتی لے لو اور اپنے شوہر کیلئے گھوڑا لے لو۔

دکھیا بہن نے بھی بھائی سے کہا "اے بھائی بدا کرو تو میں اپنے گھر جاؤں۔

بھائی نے کہا" اے بہن آنچل بھر کر کودوں (ایک طرح کا چاول) لو۔ اور وہی دوب کا ڈنٹھل (جو لے کر آئی ہو) اپنے ساتھ لیتی جاؤ۔ غریب دکھیا بہن ابھی گاؤں کی حد سے گذری بھی نہ تھی (خدا کی شان)، کہ دوب گھاس سے موتی جھڑنے لگے بھاوج نے سنا تو وہ دوڑ کر، کوٹھے پر چڑھی اور پکارنے لگی۔ اے راجہ میری نند روٹھ کر چلی جا رہی ہے اس کو منا لاؤ۔

منگل گیت ختم ہو گئے۔ پڑھنے میں نہایت کرخت اور ناموزوں معلوم ہوتے ہیں لیکن مطلب کتنا اچھا اور سبق آموز نکلتا ہے۔ گیت کیا ہیں غریب مصیبت زدہ دیہاتی عورتوں کے دکھ بھرے افسانے ہیں نہ وہ تعلیم یافتہ ہیں اور نہ ان کے پاس اپنا کوئی ہمدرد اخبار یا رسالہ ہے۔ جس کے ذریعہ وہ اپنی داستان دنیا کو سنائیں وہ گیتوں ہی میں اپنی داستان سناتی ہیں لیکن مہذب دنیا ان گیتوں کو سمجھ ہی نہیں سکتی۔ ورنہ ناممکن ہے کہ کوئی مطلب سمجھ جائے۔ اور اس کے دل پر اثر نہ ہو۔ رات کے سناٹے میں جب ساری دنیا آرام سے سوتی ہے دیہاتی عورت چکی پیستی ہے اور اپنا غم غلط کرنے لئے گاتی بھی جاتی ہے۔

ساون کے گیت

شہر سے دُور دیہاتوں میں آم - مہوے - پیپل - املی اور نیم کی گھنی چھاؤں میں جنگلی پھولوں کی خوشبو میں بسی ہوئی پوروا ہوائیں کھیتوں کے کنارے کیا کبھی آپ نے دیہاتی گیتوں کا لطف اُٹھایا ہے - آیئے آج ہم آپ کو اس نگر کی بھی سیر کرا دیں جو ندی نالوں کے کنارے آم کے گھنے باغوں کے درمیان بسا ہے - جہاں مہر مادری کی لہریں اُٹھتی ہیں - جہاں عورت اپنے شوہر اور بہن اپنے بھائی پر جان دیتی ہے - یوں تو دیہات کی سیر کے لئے ہر موسم موزوں ہے لیکن برکھارت کی کچھ اور ہی شان ہوتی ہے - آسمان پر گھنگور گھٹائیں مست ہاتھی کی طرح جھومتی نظر آتی ہیں - بجلی چمکتی ہے اور چھما چھم پانی برسنے لگتا ہے - کھیت اور جنگلوں میں ہریالی ہی ہریالی نظر آتی ہے - جو جگہ باقی رہ جاتی ہے اس میں پانی بھر جاتا ہے - گویا ہریالی میں قدرت آئینہ جڑ دیتی ہے - اس سمے اس عالم کو دیکھ کر خوشی کے مارے ندی اور نالے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں - زمین پر قسم قسم کے جانور پیدا ہو جاتے ہیں - سب اپنی اپنی بولیاں بولنے لگتے ہیں - پرندے کلیلیں کرنے لگتے ہیں - کسان اپنے اپنے کھیتوں میں کام کرتے دکھائی دیتے ہیں - گوالا "برہا" کی تانیں اڑانے لگتا ہے - لڑکیاں ڈولی میں اپنے میکے کی طرف جاتی نظر آتی ہیں - عورتیں کھیتوں میں باغوں میں - یا جھولوں پر اپنی پوری آواز سے لہراتی ہوئی پروا ہواؤں میں ساون کے گیت گا کر ساری فضا کو مست کر دیتی ہیں - گویا سوتی ہوئی کائنات یکبارگی جاگ اُٹھتی ہے - ہندو عورتوں کے کئی تیوہار بھی ساون اور بھادوں میں ہوتے ہیں - ان میں بھی گیتوں کی بہار ہوتی ہے - جگہ جگہ ناگ پنچمی اور تیج کے میلے لگتے ہیں - جن میں کجری اور "ملہار" کی تانیں اڑاتی ہیں - مرزاپور کی کجری مشہور ہے -

عورتیں کھیت نلا رہی ہیں۔ کپڑے سب کے میلے پھٹے پرانے ہیں۔ کئی ایسی ہوں گی جن کو رات میں پیٹ بھر کر کھانے کو بھی نہ ملا ہوگا۔ کئی ایسی ہوں گی جنھیں ان کے شوہر نے پیٹا بھی ہوگا۔ پھر بھی وہ گا رہی ہیں اپنا غم غلط کرنے کے لئے اور اپنا دل بہلانے کیلئے

(۱)

سانولیا کاہے مارے نجریا

جو میں ہوتیوں بن کی کوئلیا بن رے بن رہتیوں ہونا
مورا ہری جاتے اہریا تو سبد سناؤ بتوں ہونا

سانولیا کاہے مارے نجریا

جیسے دودھ میں پانی ملت ہے ویسے ملوں توڑے ساتھ
جیسے اکاس میں چڑیا اُڑت ہے ویسے اُڑوں توڑے ساتھ

کاہے مارے نجریا سانولیا

مطلب:۔ میرے پریتم آنکھیں کیوں مار رہے ہو۔ اگر میں جنگل کی کوئل ہوتی تو میں جنگل ہی میں رہتی۔ اور جب میرے سرتاج جنگل میں شکار کھیلنے آتے۔ تو میں اُن کو اپنی آواز (گیت) سناتی۔ میرے پریتم تم آنکھیں کیوں مار رہے ہو۔

جس طرح دودھ میں پانی مل جاتا ہے۔ اسی طرح میں تم سے مل جانے کی خواہشمند ہوں جس طرح چڑیاں آسمان پر اُڑا کرتی ہیں اسی طرح میں تمھارے ساتھ آزادی سے رہنا چاہتی ہوں۔ میرے پریتم تم آنکھیں کیوں مار رہے ہو۔

(۲)

ایک دن او تو بھیا ہمرے دیوا رے نا بھیا بہنی کا دیکھ سن جائیو رے نا
تمھرے دیوا بہنی ڈھاک ڈھنکلیا رے نا بہنی رہتیا میں باگ بگھیا رے نا
ہنھوا میں رے لیتو ڈھال تلوریا رے نا بھیا کاہے کرتے باگ بجھنیا رے نا

ادت دیکھوں دور سے پچھیا رے نا
راما ایک ہے گورا ایک سانور رے نا

گورا تو مورے مائی کا پتوا رے نا
راما سانورو نندجی کا بھیا رے نا

چمپا بیٹھی ہیں ساسو بڑ ھیتیں رے نا
ساسو کائی بنائی جیو نوا رے نا

کٹھلی بیہوری مرلی کو دوں رے نا
بہواری منیٹر و موڑے کا سگور رے نا

اگیا لگاؤں ساسو مرلی کو دیا آرے نا
راما بجر پڑے موڑے کا سگوا رے نا

میدا چال چلی لچی پوائی رے نا
بہورا کھونٹ لائیں ہتھوا کے سگوا رے نا

بہواری دیتھ ڈاری مونگیا کی دیہار ے نا
بہواری موتی ساری جھنوا کا بتھوا لیے نا

سونے کی تھریا میں جیونا پروسیوں رے نا
راما اوپر سے گھینا کے دھریا رے نا

راما جیویں بیٹھن سار بہنو یا رے نا
راما مرڈکا ڈھرے النوا رے نا

کی بھیا سمجھے ہے مائی کلپوا رے نا
بھیا کی رے بہو کی جڑ بولیا رے نا

نا ہم سبھے بھائی مائی کلیونا رے نا
بھائی ناہیں بہواری جڑ بولیا رے نا

چندا سورج ایسی بہنیں سنکلپیوں رے نا
ہائے ہائے جرجر بھئی ہے کو بلیا رے نا

بیٹھو نہ مور بھیا مالن او سردا رے نا
بھیا مورا دکھ کہے مالن دھریا رے نا

کے من گوڑن کے من پیسوں رے نا
بھیا کے من سجاؤں رسوئیاں رے نا

ساس کھاپچی بھر بسنا منجوا ئن رے نا
ساسو پنیاں پتال سے بھرادیں رے نا

سب کا کھواؤں بھیا سب کا پیاون رے نا
بھیا نیچ جاتے پچھلی ٹکریا رے نا

بھیا اوہو منھ نندی کلیونا رے نا
بھیا اوہ منھ گورو چڑیا رے نا

بھیا اوہ مان گگریا بلبیا رے نا
بھیا اوہ مان دیورا کلیونا رے نا

پہروں میں بھیا مور سب کا اثر نور رے نا
بھیا چھٹی گلی تگریا رے نا

بھیا اوہ ماں نندی اوڑھنیا رے نا
بھیا وہ ماں دیورا پچھویا رے نا

لوہا جلے جیسے لوہرا دکنیا رے نا
موری بہنی جر سے سسریا رے نا

اے دُکھ جن کہیو بھیا مائی کے اگواں رے نا — مائی چھینتا مار مر جیہے رے نا
اے دکھ جن کہیو بھیا بھوجی کے اگوان رے نا — بھوجی دوئی چار گھر کہہ آہیں رے نا
اے دکھ جن کہیو چاچی بھوجی کے اگوان رے نا — چاچی جھگڑا لڑیا ٹھنیا رے ہیں رے نا
اے دُکھ جن کہیو بابا بھوجی کے اگواں رے نا — سبھوا سے بیٹھ بابا روہیں رے نا
اے دُکھ جن کہیو بہنی بھوجی کے اگواں رے نا — بہنی بلبا سُن سُسر سے نہ جیہے رے نا
یہ دکھ کہیو بھیا اگوا کے اگوان رے نا — بھیا جن موری کری اگویا رے نا
یہ دُکھ کہیو بھنا اگوا کے اگواں رے نا — بھیا جن موری لگن بچاریو رے نا
یہ دکھ تم بھیا من ہی میں راکھیو رے نا — بھیا کرم لکھا نش بھوگب رے نا
سب دُکھ باندھ بھیا اپنی موٹر پار سے نا — بھیا ندیا بہا دیو رے نا

سبھا میں بیٹھ بابا چھتویں رے نا — لے ہو چوا آوے دھیوا نا ہیں رے نا
جیسے بابا اٹرین جمنا جی رے نا — بابا دیسے رو دیسے موری بھینا رے نا
جانگھ تو رتھا پٹ بھیان گھن لاگے رے نا — بیٹا رو دت بہن چھوڑ آیو رے نا
رام رسوئیاں دھنیا جیسے جیوین رے نا — لے ہو سیاں آئے نندی نا ہیں رے نا
سیاں جینہوا آئی جیو لوا رے نا — سیاں کہو نندی کو سلتیا رے نا
جیسے رھنیا! اوے اونجریا رے نا — دھنیا نیسے اولے مور بھتیا رے نا

مطلب: بہن سُسرال میں ہے وہ اپنے میکے والوں کو یاد کرتی ہے۔ اور بھائی کو سندیسہ بھیجتی ہے کہ بھیا ایک دفعہ تو میرے دیس میں آکر اپنی بہن کا دُکھ سکھ کا حال سُن جائے۔
بھائی نے کہا اے بہن! میں تمہارے دیس میں کیسے آؤں تمہارے دیس کی راہ میں تو ڈھاک کا جنگل ملتا ہے۔ جہاں شیر ملتے ہیں (معلوم ہوتا ہے بہن کسی دور دراز گاؤں میں بیاہی گئی ہے)
آخر کار بھائی اپنی بہن سے ملنے کے لئے آتا ہے۔ اُسے دور سے آتا دیکھ کر بہن

اپنی ساس سے کہتی ہے۔ میں دو آدمیوں کو آتے دیکھ رہی ہوں۔ ایک گورا ہے دوسرا سانولا۔ گورا رنگ والا تو میری ماں کا لختِ جگر ہے اور سانولا میری نند کا بھائی ہے (فرق دا دطلب ہے)

بدمزاج ساس ماچی پر بیٹھی ہے۔ بہو نے ساس سے پوچھا۔ ان کے لئے کیا پکاؤں۔ ساس نے کہا: "کوٹھری میں سڑی ہوئی کو دوں ہے اور کھیت کی مینڈ پر "توڑ" کا ساگ ہے۔ بہو نے کہا: "سڑی ہوئی کودوں میں آگ لگے اور موڑ کے ساگ پر بجلی گرے۔

بہو نے میدہ چھان کر پوری تلی۔ اور بتھوا کا ساگ پکایا۔ مونگ کی دال پکائی اور باریک چاولوں کا بھات بنایا۔ سونے کی تھالی میں بھوجن پروسا۔ اور اوپر سے گھی ڈال دیا (دیہاتی گیتوں میں سونے کی تھالی معمولی بات ہے) سالے بہنوئی دونوں کھانا کھانے بیٹھے۔ کھانے میں سالے (بھائی) کی آنسو بہنے لگے۔

بہنوئی (یعنی عورت کے شوہر) نے سالے (عورت کے بھائی) سے پوچھا کیا تم کو اپنی ماں کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا یاد آگیا۔ یا اپنی عورت کی پیاری میٹھی باتیں یاد آرہی ہیں۔ میں نے تم کو چاند سورج کی سندر بہن دی تھی (لیکن افسوس تم نے اس کو اتنی تکلیف دی کہ دکھ اور رنج سے) جل جل کر وہ کوئلہ یا کوئل ہو گئی ہے۔

بہن نے کہا "بھیا ذرا چل کر مالن کے برآمدے میں بیٹھو۔ اس کی لڑکی جو میرے حال سے خوب واقف ہے) میرا تم سے سب حال کہے گی۔ اے بھائی میں کے من کوٹتی اور کے من پیستی ہوں اور کے مَن کھانا پکاتی ہوں سب حال معلوم ہو جائیگا۔ میری ساس مجھ سے کھانچی بھر برتن منجھواتی ہے۔ اور گھرے کنویں سے پانی بھرواتی ہے سب کو کھلاتی پلاتی ہوں۔ آخر میں جو روٹی کا ایک ٹکڑا باقی رہ جاتا ہے۔ اس میں بھی نند کے لئے ناشتہ رکھنا پڑتا ہے۔ چرواہے کو دینا پڑتا ہے۔ کتے۔ بلی کو دیا جاتا ہے۔ دیور کے لئے ناشتہ رکھا جاتا ہے۔ پہننے کا یہ حال ہے کہ سسرال

والے جو کپڑا اُتار دیتے ہیں۔ اُن سڑے گلے کپڑوں سے نند کی اوڑھنی اور دیور کا گنترا بنانے کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ مجھے پہننے کو ملتا ہے۔"

بھائی نے کہا" ہائے جس طرح لوہا لوہار کی دوکان میں جلتا ہے۔ اسی طرح میری بہن بھی سسرال میں (دکھ کی آگ میں) جل رہی ہے"۔ بہن نے کہا" بھیا میرا یہ دُکھ اماں کے سامنے نہ کہنا۔ ورنہ رنج وغم کے مارے ان کی چھاتی پھٹ جائیگی۔ بھیّا میری یہ مصیبت بھری داستان بھاوج کو نہ سُنانا۔ ورنہ وہ اس کا ڈھنڈورا گھر گھر پیٹ آئے گی۔ میری چچی سے بھی یہ حال نہ کہنا ورنہ بات بات پر طعنہ مارے گی۔ دیکھو بھیا اس کی خبر میرے باپ کو بھی نہ ہو۔ ورنہ وہ گاؤں والوں کے سامنے بیٹھ کر روئیں گے۔ بھیّا میری دُکھ بھری کتھا میری بہن کو بھی نہ سُنانا۔ ورنہ ڈر کے مارے وہ سسرال نہ جائے گی۔ ہاں بھیا تم میرا یہ حال اُس اگوا سے کہنا جس نے میری شادی یہاں کرائی۔ اس برہمن سے کہنا جس نے میری شادی کی ساعت نکالی۔ (یہ سب کچھ کہہ کر پھر بہن کہتی ہے) کہ نہیں نہیں بھیّا تم میرا یہ حال کسی سے نہ کہنا۔ بلکہ میرے دکھوں کی گٹھری ندی میں ڈبو دینا۔

بھائی جب گھر واپس پہنچا۔ تو باپ نے دیکھا کہ لڑکی ساتھ نہیں آئی۔ اس نے لڑکے سے پوچھا" بیٹی کیوں نہیں آئی؟" لڑکے نے جواب دیا" پتا جی کیا کہوں جس طرح جمنا جوش پر آ کر بہتی ہے اسی طرح میری بہن آپ کی یاد میں رو رہی ہے"۔ باپ نے غصہ میں کہا" بیٹا کیا تمہارے بازوؤں میں دم خم باقی نہیں رہا جو تم روتی بہن کو چھوڑ آئے۔

باورچی خانہ میں بیٹھی بہو نے دیکھا کہ شوہر تو واپس آ گیا لیکن نند نہیں آئی۔ اس نے اپنے شوہر سے کہا" آئیے کھانا کھا لیجئے۔ کہئے میری نند جی کا کیا حال ہے" بھائی نے کہا" پیاری! میری بہن چاند کی طرح (عزت اور نیکی کے آسمان پر روشن ہے) یہ گیت طویل ہونے پر بھی نہایت درد انگیز ہے۔ گاؤں میں نہ معلوم کتنے گھروں

کی عورتیں دکھ کی چتا میں جل رہی ہیں۔ اس گیت میں دو باتیں خاص طور سے غور طلب ہیں (۱) لڑکی سسرال میں تکلیف اٹھا کر بھی نہیں چاہتی کہ میکے والوں کو خبر ہو (۲) بہن کے گھر سے واپس آکر بھائی نے اپنی بیوی کے سامنے بہن کی تکلیف کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ اس کے برخلاف بہن کی تعریف کی۔

یہ گیت کس نے بنایا۔ کیا کسی ردیف و قافیہ کے استاد یا کسی رئیس الشعرا نے؟ نہیں بلکہ یہ رنج و غم کی حقیقت ہے۔ یہ قدرتی شاعری ہے یہ مظلوم عورتوں کے دل سے خود نکلنے والی آواز ہے۔ جو پابند نے نہیں ہے۔ زمانہ کی ستائی رسم و رواج کی ٹھکرائی عورتوں کی جب کسی نے پکار نہ سنی تو دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے شاعری کی دیوی کو ان کے حال زار پر رحم آیا اور یہ گیت عالم وجود میں آگئے۔ مگر آہ معلوم نہیں کتنے عرصہ سے عورتیں یہ گیت یا دکھ بھرے افسانے کھیتوں کھلیانوں گلی اور کوچوں میں سنا رہی ہیں۔ مگر ہمارے لیڈر ہمارے ریفامر اور ہمارے ناصح مشفق کان رکھتے ہوئے بھی ان گیتوں کو سننے کی تکلیف نہیں اٹھاتے۔ دیہات سدھار کے ٹھیکیداروں کے لئے خدا کرے یہ دیہاتی گیت مفید ثابت ہوں تعجب اور سخت تعجب تو یہ ہے کہ ہمارے پڑوس میں ہمارے محلہ میں ہمارے گاؤں اور ملک میں جب مظلوم عورتوں پر سماج کے جور و ظلم ہو رہے تھے تو ہمارے شعراء زلف و رخ کے لئے ناگن اور گلاب کے پھول کی تشبیہ تلاش کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ یا آسمان کے تارے توڑ رہے تھے۔ ایسی حالت میں ان غریب دیہاتی عورتوں کے افسانے کون نظم کرتا۔ ان کے لئے تو مشاعرہ کی واہ واہ ہی معراج کمال تھی۔ شاعروں کی طرف سے مایوس ہو کر دیہاتی عورتوں نے اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں اپنی بیتی خود ہی گیتوں میں کہہ ڈالی۔ اگر ان گیتوں میں کوئی مطلب کی بات ہے تو آپ انھیں باقاعدہ نظم کیجئے۔ اس سے ملک کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ ان دیہاتی

گیتوں کی ناموزونیت پر اظہار نفرت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

لیجئے اب ہنڈولے کے گیتوں کا لطف اُٹھائیے

برسات میں خاص کر ساون بھادوں کے مہینوں میں گاؤں گاؤں جھولے پڑ جاتے ہیں۔ جن پر گاؤں کی بہو بیٹیاں جھولتی ہیں اور گیت گاتی ہیں۔ فاقہ زدہ ہوں۔ ساس۔ شوہر کے ظلم و ستم ہوں مگر گیت کی دنیا میں وہ اپنا سب دکھ بھول جاتی ہیں اور آواز ملا کر گاتی ہیں۔

دھیرے بھونؔ دیا تیں دھیرے بہو — میرا پیا را اُترےگا پار تیں دھیرے بہو
کاہے کی توری نیّا کا ہے کی پتوار — کون تورا نیّا کھیویا۔ کے دھن اتروں پار دھیرے بہو
دھرم میں بنی موری نیا رے ست کی لگی کردار — سیّاں مورا نیّا کھیوے ہم دھن اترب پار دھیرے بہو

مطلب:۔ عورت کہتی ہے لے ندی! تو آہستہ آہستہ بہہ۔ میرے شوہر کو پار اترنے دے۔ ندی نے پوچھا تیری ناؤ کس چیز سے بنی ہے۔ پتوار کس چیز کا ہے۔ اور تیری ناؤ کھینے والا کون ہے۔ کون عورت پار اترے گی۔ عورت نے جواب دیا "میری ناؤ دھرم (مذہب) کی ہے جس میں صداقت کی پتوار لگی ہے۔ اور میرا شوہر ناخدا ہے۔ اور میں عورت ذات پار اتروں گی۔

ٹوٹی مڑھیا بوندیا ٹپکے رے — کے سدھ لیوے ہمار رے
جٹھیا چھوائن اپنا بنگلہ رے — دیورا چھوائن چوپال رے
ہمری منڈا کیں چھوہیں رے — جیکر پیا پردیس ہے۔ ٹوٹی مڑھیا بوندیا"

مطلب (عورت) برسات کا موسم آگیا۔ میری جھونپڑی بوسیدہ ہے بوند بوند پانی ٹپک رہا ہے (ہائے ایسی مصیبت میں) میری کون خبر لے گا۔ جیٹھ جی اپنا بنگلہ اور دیور اپنی چوپال کی مرمت کرا رہے ہیں۔ ہائے میرا گھر کون چھوائے گا۔ میرا (خبر لینے والا) پریتم پردیس میں ہے۔

گلیا کا گلیا پھرے من ہروا — کے لیہن موتیا کا ہار — ہنڈولوا

موتیا کا ہار پہن۔ بھیا ہو بھیا۔ جیکر بہنی دلاری ہنڈولوا
پاچھے لاگی ٹھنکن بہنی رانی ایک کرم ہوں کو دیہو مور برنا
ایک لڑ ٹوٹ ہیں بہیں موتی گرہیں کل کر بہنی تون لیو ہنڈولوا

مطلب:- گلی گلی میں منہار پکارتا پھر رہا ہے۔ موتی کے ہار کون خریدے گا (بہن نے سنا تو کہا) موتی کا ہار تو میرے پیارے بھائی لیں گے جن کو اپنی بہن سے محبت ہے۔ بھائی کے پیچھے بہن رانی ٹھمک رہی ہیں اے میرے بھیا مجھے بھی موتی کی ایک لڑی خرید و۔ بھائی نے کہا ایک لڑی توڑنے میں سینکڑوں موتی ٹوٹ کر گریں گے۔ لو تم پورا ہار ہی لے لو۔ بھائیوں کے سامنے ہمیشہ بہنیں ہاتھ پھیلائے رہتی ہیں کہ کچھ ملے۔ یہ گیت بھی کسی بہن کا بنایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بہن رانی ٹھمک رہی ہیں۔ اس گیت کی جان ہے۔

پریم پرت رس بروا رسے تم پیا چلے لگائیے سینچن کی سدھ راکھیو مرجھ نہ جائے
کن رے لگا دا نورنگیا رے۔ کے دھواں بنوا انار۔ کن رے لگا دا رس بروا رے " "
جٹھوا لگا دا نورنگیا رے۔ دیورا بنوا انار۔ ان پیا بوئے رس بروا رے " "
پریم پرت رس بروا رے

مطلب:- اے پریتم! تم پریم اور پریت رس (محبت کی شیرینی) کا پودا لگا کر پردیس چلے جا رہے ہو۔ دیکھنا بھول نہ جانا وہ کہیں مرجھا نہ جائے۔ کس نے نارنگی اور کس نے نیبو اور انار کا پودا لگایا۔ یہ محبت کے پودے کس نے لگائے۔

جیٹھ نے نارنگی لگائی۔ دیور نے نیبو اور انار۔ میرے سرتاج نے محبت کا پودا لگایا ہے۔ دیکھنا کہیں مرجھا نہ جائے۔ ساون میں جھولا جھولتے وقت جب کوئی اپنے شوہر کی یاد میں جو پردیس میں ہو یہ گیت رسیلی آواز میں گاتی ہے تو سننے والوں کا کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔ فارسی اور ہندی کے مشہور شاعر عبدالرحیم خانخانان کے ایک نئے ملازم کی

نئی نویلی دلہن نے اپنے شوہر کے پاس ایک بروا لکھ بھیجا تھا جس کا پہلا مصرع اس گیت سے ملتا جلتا ہے۔ وہ یہ ہے "پریتم پریت کو بروا چلیہو لگائے سینچن کی سدھ لیجیو مرجھ نہ جائے"

گھر گھر آوے پیا کاری بدریا۔ دیوا برسے ہو بڑے بڑے بوند۔ بدریا بیرن ہو

سب لوگ بھیگن گھر اپنے۔ مورا پیا ہو بھیگن پردیس۔ بدریا بیرن ہو

دلہن ہو رانی چھیا لکھ بھیجیں۔ گھر آؤ ہو نندجی کے بیر۔ بدریا بیرن ہو

مطلب:۔ اے سوامی کالی گھٹا گھر گھر آتی ہے بادل بڑی بڑی بوندیں برساتے ہیں۔ اُف یہ گھٹا میری دشمن ہے۔ سب لوگ اپنے اپنے گھر میں بھیگتے ہیں میرے پرویشور پردیس میں بھیگ رہے ہیں۔ اُف یہ گھٹا تو میری دشمن ہے۔

دلہن رانی نے خط لکھ کر بھیجا ہے اے میری نندجی کے بھائی گھر آؤ۔

آسون کے سولواں سیاں گھر رہو گھر سے رہو نند کے بیر

ساون گرجے چھاگ ہو۔ چھنیاں درد اٹھے مور

ایسے اُمنگ رت برکھا ہیں نرلوہی ورنہ بوجھ۔ آسون کے......

مطلب:۔ میرے سرتاج! اے میری نند کے بھائی۔ اب کی ساون میں تم گھر ہی میں رہو۔ پردیس نہ جاؤ۔ بادل گرجتا ہے۔ بجلی چمکتی ہے۔ کیسا نشاط انگیز موسم ہے۔ ہائے میرا سنگدل شوہر میرے درد دل کو ہی نہیں سمجھتا۔

بوندن بیجے موری ساری میں کیسے آؤں بالما

ایک تو میٹھ جھما جھم برسے دوجے پون جھکورے

آؤں تو بیجے موری سرنگ چنریا۔ ناہیں چھٹت سینہہ

ناہیں ڈربھواری بیجے کے چنریا۔ ڈربھواری چھوٹک سینہہ

سینہہ سے چنری موہیں بھواری۔ چنری سے ناہیں سینہہ

مطلب:۔ اے پریتم میں تم تک کیسے پہنچوں، میری ساڑی پانی سے بھیگ جائیگی

ایک تو جھما جھم پانی برس رہا ہے دوسرے زور سے ہوا چل رہی ہے۔ اگر جاتی ہوں تو میری رنگین چنری بھیگتی ہے۔ نہیں جاتی ہوں تو محبت چھوٹتی ہے۔

اے بہو! چنری بھیگنے سے نہ ڈرو۔ محبت چھوٹنے سے ضرور ڈرو۔ اے بہو! محبت قایم رہے۔ بہت سی چنریاں بن جائیں گی۔ لیکن چنری سے محبت نہیں بن سکتی۔

برنا کا سے کٹ کے پٹوا رنگ چھل چھل جائے۔ بلیا لیون بیرن
برنا پیاں تورلاگوں۔ برن بھیا پٹوا کے تھلوا ڈراؤ۔ بلیا لیون بیرن
ایسوں کے پٹوا مہنگ بھئے بہنی اگواں ڈریبے پنچ ڈور۔ بلیا لیون بیرن
ہم تو جا بسے سجن گھر بھیا جھلہیں دھنیا تمھار۔ بلیا لیون بیرن
دھنیا بھیجے بنہر کا بہنی نہد کا آئن ہم جاپ۔ بلیا لیون بیرن

مطلب:۔ اے بھیا گھاس پھوس کی رسی جھولے میں لگی ہے۔ اس سے میرا بدن چھل جاتا ہے۔ اے بھیا میں تمھارے پاؤں پڑوں مجھے ریشم کی رسی کا جھولا ڈال دو۔ (بھائی نے جواب دیا) اے بہن! اس سال ریشم بہت مہنگا ہے۔ میں آیندہ سال پانچ ڈوری کا جھولا ڈلوادونگا (بہن نے کہا) اے بھیا! اگلے سال تو میں اپنے سوامی کے یہاں چلی جاؤں گی۔ تب تمھاری عورت جھولا جھولے گی۔ (بھائی نے کہا) اے بہن! میں اپنی عورت کو تو اس کے میکے بھیج دونگا اور تم کو سُسرال سے رخصت کرلاؤں گا۔

میری دھانی چنریا اتر گیگے — دھنا باری عمریا نیہر ترسے
سونے کی تھالی میں جیونا پروسوں — مورا جیون والا بدیسی ترسے
جھجر گڑوا گنگا جل پانی — مورا گھونکٹ والا بدیسے ترسے
لونگا الائچی کا بیڑا بناؤں — مورا کوچن والا بدیسے ترسے
چُن چُن کلیاں سجیا لگاؤں — میرا سونن والا بدیسے ترسے

مطلب:- میری دھانی رنگ کی چنری پر عطر مہک رہا ہے نوجوان دلہن میکے میں ترس رہی ہے۔ سونے کی تھالی میں بھوجن پروستی ہوں لیکن کھانے والا تو پردیس میں ترس رہا ہے۔ صراحی میں گنگا جل رکھتی ہوں لیکن پینے والا پردیس ہے۔ لونگ، الائچی۔ ڈال کر پان کا بیڑا بناتی ہوں۔ لیکن کھانے والا تو پردیس میں ہے۔ کلیاں چن چن کر میں نے پھولوں کی سیج بنائی۔ لیکن اس پر آرام کرنے والا تو پردیس میں ہے

اے ری ساون مہندی براؤں ری — اے ری بھادوں میں دوئی دوئی پات
سیاں مورا چھائی ری بدیسوا — سینچوں میں نین پنچوڑ

مطلب:- میں نے ساون میں مہندی لگائی۔ بھادوں میں اس میں دو پتے نکل آئے میرے پریتم پردیس میں ہیں۔ میں آنکھوں سے آنسو بہا بہا کر انھیں سینچ رہی ہوں۔

سُسرے میں ساون ہوئے — کونے تز موہیا کی دھریا
کون برن تورے بھیا کون برن تورے باپ — کانکراس موری متیا پتھر اراس مورا باپ
لوہے۔ بجر اس بھیا — جن سدھ نہ لینو ہمار رے
آئے گئے ڈولیا کھروا — آئے گئے بیرن ہمار رے
گنگا اس موری میتا — جمنا اس مورا باپ
چندا سورج اس بھیا — جن سدھ لینو ہمار رے

مطلب:- ہائے یہ کس سنگدل کی لڑکی ہے جس کا ساون سسرال میں گذر رہا ہے۔ (اے لڑکی بتا تو سہی) تیری ماں کیسی ہے۔ تیرا باپ اور بھائی کیسا ہے جنھوں نے تیری خبر نہ لی۔ (لڑکی نے جواب دیا) میری ماں کنکر کی طرح ہے۔ میرے باپ نے پتھر کا دل پایا ہے۔ اور میرا بھائی فولاد ہے۔ آہ کسی نے خبر نہ لی۔ (اس عرصہ میں میکہ سے ڈولی آگئی تو لڑکی بولی) آہا وہ دیکھو ڈولی لے کر کہار آگئے۔ میرا بھائی بھی آگیا۔ میری ماں گنگا کی طرح صاف دل اور باپ جمنا کی طرح ہے۔ میرا بھائی

چاند سورج ہے جنہوں نے میری خبر لے لی۔

بدواکے دے مورے راجہ　　کجریا کھیلے جابے نیہروا
جو تو باری دھنا جاؤ نیہروا　　تو ٹیکا دھر جاؤ رے سجریا
ٹکوا کی پتیا چمکے ساری رتیا　　یہ جن دھنا بائیں رے سجریا
جو تو باری دھنا جاؤ نیہروا　　تو ٹیکا دھر جاؤ رے سجریا

مطلب:۔ اے میرے راجہ مجھے بدا کر دو میں کجلی کھیلنے میکے جاؤں گی۔ اے میری بالی عمر والی پیاری عورت تو میکے جانا تو پلنگ پر اپنے ماتھے کا ٹیکا چھوڑ جانا وہ ساری رات چمکتا رہے گا۔ اور میں سمجھتا رہوں گا کہ میری عورت پلنگ پر ہے۔ اسی طرح ناک کی جھلنی گلے کا جگنو۔ بازو بند کے نگ پازیب وغیرہ چھوڑنے کو کہا ہے۔

ساون کی ہریالی سہے تیج　　بکاری کنواری بیٹھیں دلیج
باری کو چھوڑ کے بالم چلے
سن ہو ہمرے دلیت جیٹھ　　نہرے بیرن گڑھ چھائے بدیس
نہ لکھیں چھٹیاں نہ بھیجیں بدیس۔ باری.....
کھو جیو ہو بہمن در دربار　　کھو جیو ہو بہمن باٹ بجار
کھو جیو ہو تمولی کے چبوترا
نہ ملیوں ہو راجہ باٹ بجار　　نہ ملیوں ہو راجہ در دربار
ملے تمولی کے چبوترا
کہو نہ برہمن کس کسال　　پہلا کسُل ہمرے بھائی ادار
دوسرا کسل ہمرے کل پروار　　تیسرا کسل ناجی کامنی
کسل تو ہو راجہ کس کسال　　بہت دکھت ناجو کامنی

انّا نہ کھائیں تا جوں بچھرے نہ چیر ۔ بسجیا کو دیکھت تا جوا رے ہی پیر

راجہ آؤن اُن چاہتی

بہو نہ بہمن لہر پٹور ۔ بہو نہ رانی گہنا گردو

راجہ آون بڑی دور ہے

آگ لگاون بہمن لہر پٹور ۔ بجر پڑے واہی گہنا گردو

راجہ آؤن ہم چاہتی

مطلب:۔ ساون کی ہریالی کی بہار ہے۔ بہو گھر کے دروازہ پر بیٹھی سوچنے لگی۔ ہائے مجھ بالی کو چھوڑ کر سوامی پردیس چلے گئے۔ اے میرے مہربان جیٹھ سنو تمھارے بھائی پردیس گئے ہیں۔ وہ نہ تو خط ہی بھیجتے ہیں۔ اور نہ حال کہلاتے ہیں۔ جیٹھ نے تلاش کرنے کے لئے برہمن سے کہا۔ اے برہمن جاؤ راجہ کے دربار اور بازار میں تلاش کرو۔ تنبولی کے چبوترے پر بھی تلاش کرنا۔ برہمن نے جاکر دربار اور بازار میں تلاش کیا وہاں وہ نہ ملے وہ تنبولی کے چبوترے پر بیٹھے تھے۔ برہمن کو دیکھ کر انھوں نے پوچھا۔ اے برہمن گھر کی خیریت بتاؤ۔ سب سے پہلے میری کا حال بتاؤ۔ اس کے بعد خاندان والوں کی خیریت کہو اس کے بعد میری عورت کا حال بتاؤ۔ برہمن نے کہا اے راجہ! اور تو سب خیریت سے ہیں۔ مگر آپ کی عورت آپ کی جدائی میں بہت بے چین ہے۔ نہ کھانا کھاتی ہے نہ اچھے کپڑے پہنتی ہے۔ بستر کو دیکھتے ہی اُسے وحشت ہوتی ہے۔ وہ گھر پر آپ کا انتظار کر رہی ہے۔ چلئے تشریف لے چلئے۔

راجہ نے کہا اے برہمن یہ ریشمی کپڑے اور کروڑوں روپیہ کی مالیت کے زیورات لے جاؤ۔ میرا جانا بہت مشکل ہے۔ جب برہمن کپڑے اور زیورات لیکر بہو کے پاس پہنچا تو بہو نے کہا۔ ان ریشمی کپڑوں میں آگ لگے۔ زیورات پر بجلی گرے۔

میں تو اپنے راجہ کو چاہتی ہوں۔

مائی تلوا کو ہکے مو رہ — مائی جھڑا بھیوا جن بیھو ساون نیر
مائی سار بہنویا ایکے ہوئیں ساون نیر — مائی بہنا کا پتوا جن پٹھیو ساون نیر
مائی پو تھیا باچن لگہیں ساون نیر — مائی لہرا بھیو بیٹھے ساون نیر
مائی بروگائے بروا کرہیں ساون نیر

مطلب:۔ اے ماں تالاب میں مور بول رہا ہے۔ ساون قریب ہے۔ اے ماں جیٹھ بھائی کو نہ بھیجنا سالے بہنوئی دونوں ایک ہو جائیں گے۔ اے ماں برہمن کے لڑکے کو نہ بھیجنا۔ وہ یہاں آکر کتھا سنانے لگے گا۔ اے ماں میرے چھوٹے بھائی کو سسرال بھیجنا وہ روئے گا کہ مجھے یہاں سے ضرور لے جائے گا۔

کروں کون جتن اے ری اے ری سکھی مورے نینوں سے برسے بادریا
آئی کالی گھٹا بادل گرجے چلے ٹھنڈی پون مورا جیا ترسے
تھی پیا ملن کی آس سی پردیس گئے مورے سانوریا
سب سکھیاں ہنڈولے جھول رہی ہیں کھڑی بھیجوں پیا تورے آنگن میں
بھر دے رے رنگیلے من موہن میری خالی پڑی ہے گاگریا

مطلب۔ اے سکھی! میں کیا ترکیب کروں۔ میری آنکھوں سے تو ساون بھادوں کی جھڑی لگی ہے۔ کالی گھٹا اُٹھ رہی ہے بادل گرج رہے ہیں۔ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں میرا کلیجہ کانپ رہا ہے پریتم سے ملنے کی اُمید تھی لیکن وہ پردیس گئے۔ سب سکھیاں جھولا جھول رہی ہیں۔ لیکن آہ میرے سوامی! میں تمہارے آنگن میں کھڑی پانی میں بھیگ رہی ہوں۔ اے میرے رنگیلے من موہن آؤ میرے ساغر دل کو محبت کے پانی سے بھر دو وہ خالی ہے۔

"سنو سکھیاں سیاں گایا بھٹے۔ ہم ہوں جوگن ہوئے جائیں

جوگیا بجائے بنیا بانسری - جوگن گاوے ملہار

جوگیا کے لائے لائے کپڑے - جوگن کے لمبے لمبے کیس

سانپ نے چھوڑی اپنی کینچلی - جمنا چھوڑی ہے کچھار

سئیاں نے چھوڑے آپے جُبنا - جے دکھ سہا نہ جائے

سئیاں ہمارے پردیسوا - کس پر کرہیوں سنگار

مطلب :- اے سکھی سنو میرے سوامی تو جوگی ہو گئے ہیں میں بھی اب جوگن بنوں گی - جوگی بین اور بانسری بجائے گی - اور جوگن ملہار گائے گی - جوگی سُرخ پوشاک پہنے گی - جوگن کے لمبے لمبے بال ہوں گے - سانپ نے کینچلی چھوڑ دی ہے جمنا کچھار سے دُور ہو گئی ہے - سوامی کو تو اپنی جوان عورت کی کوئی فکر نہیں - یہ دکھ تو سہا نہیں جاتا - میرے سوامی تو پردیس میں ہیں میں کس کے لئے سنگار کروں -

ساون کے گیت بہت ہو چکے ایک مذاقیہ اور سبق آموز گیت اور سن لیجئے -

چھوٹے بلم نہ ہوئیں موری

چھوٹے بلم کا میں اگیا کا پٹھیوں	لینو گوڑ جھر سائے موری گیّاں
چھوٹے بلم کا میں کنڈی کا پٹھیوں	لے گئے لونڈے لپٹائے موری گیّاں
چھوٹے بلم کا میں پنیا کو پٹھیوں	گگری چھوڑ گھر آئے موری گیّاں
گٹھری میں باندھوں موڑ میں باندھیوں	چلی میں گنگا نہائے موری گیّاں
اے گنگا میّا اے جمنا میّا	لونڈے کو لے جا بہائے موری گیّاں
کنکر بہ گئے پتھر بہ گئے -	لونڈا اٹھارہ اٹھلائے موری گیّاں

مطلب :- ایک جوان عورت جس کی شادی ایک کم سن لڑکے سے ہوئی ہے - کہتی ہے) اے میری سکھی کم سن شوہر نہ ہونا چاہئے - میں نے اپنے کم سن شوہر کو آگ لینے کے لئے بھیجا - تو اس نادان نے اپنا پاؤں جلا لیا -

میں نے اپنے کم شوہر کو اُپلے لینے کے لئے بھیجا تو اس کو لڑکے بہکا کر نہ معلوم کہاں لے گئے۔ میں نے چھوٹے شوہر کو پانی بھرنے کے لئے بھیجا تو وہ گھڑا چھوڑ کر گھر واپس آگیا۔ اے سکھی ایک دن میں کپڑے کی گٹھری باندھ کر گنگا نہانے گئی اور اس کم سن شوہر کو بھی اپنے ساتھ لیتی گئی۔ وہاں پہنچ کر میں نے گنگا مائی اور جمنا مائی سے پرارتھنا کی کہ میرے کم سن شوہر کو بہائے جائے (مگر واہ ری قسمت) کنکر پتھر تو پانی میں بہ گئے لیکن میرا کم سن شوہر پانی میں کھڑا اٹھلاتا ہی رہا۔

چکّی کے گیت

ایک زمانہ تھا جب دیہاتوں میں چرخا اور چکی کے بغیر کوئی گھر خالی نہ تھا چکّی چولھے سے چھٹی ملی تو چرخہ پر سوت کات لیا۔ عورتیں چکّی پیستی تھیں۔ اس سے ان کی تندرستی بہت اچھّی رہتی تھی۔ ان کے بچّے تندرست مضبوط اور جفا کش ہوتے تھے۔ مگر اب تو انگریزی تہذیب و معاشرت نے صرف شہروں میں ہی نہیں بلکہ دیہاتوں میں بھی کایا پلٹ دی ہے۔ ہاتھ کی چکّی کے بجائے اب مشین کا پِسا ہوا آٹا استعمال کیا جاتا ہے۔ جب گاؤں میں چکّی نہ رہی تو چکّی پر گیت کون گائیگا جو بہت غریب ہیں۔ وہ اب بھی چکّی کا آٹا استعمال کرتے ہیں۔ چکی پیسنے کا وقت عموماً رات کا تیسرا پہر ہوتا ہے۔ سرِ شام ہی سے پیسنے کے لئے اناج رکھ لیا جاتا ہے۔ اور پچھلے پہر سے اُٹھ کر عورتیں چکّی پیسنے بیٹھ جاتی ہیں۔ گیت گانے میں تھکاوٹ کم معلوم ہوتی ہے۔ جاڑوں کی سرد اور طویل رات کے سناٹے میں جب دیہاتی عورتیں اپنی زبان کے گیت کے پردے میں اپنے دکھ سکھ کی

باتیں سناتی ہیں تو سننے والے کے دل پر خاص اثر ہوتا ہے۔

دیہات میں کہیں کہیں زمینداروں کے گھروں میں آٹا پیسنے کا کام "چمارنیں" یا "پاسنیں" کرتی ہیں اور انھیں اقوام کی عورتیں کھیت کی نرائی (صاف کرنے) کا کام بھی کرتی ہیں۔ اس کی وجہ سے "چکی" اور "نرائی" کے گیتوں میں کوئی خاص فرق نہیں معلوم ہوتا۔

پیا ربہیلا پرو یانہ سنکیا ڈولے ہو رام۔ اہو راما
میرا پربھو گئیں بدیسوا کیسے جیرا بودھب ہو رام
انگرن منگیا نکر بیون نین بھری کاجر ہو رام اہو راما
اس کے جیرا بچھیون کہ جب ہری گھر باروں ہو رام
ہوئے بنتوں میں جل کی مچھریا جل ہی بیچ ہو رہنتوں ہو رام اہو راما
موری ہری آئیتیں اسنو چرن چوم لیتو ہو رام
ٹھیا کٹائے بھات رہنتیوں مونگیا دری دلیا ہو رام اہو راما
مورا پربھو آئیتوں بھوجنوا نجر بھر دیکھ لیتوں ہو رام
ہوئیتوں میں گھر کی لونڈیا گھر بیچ رہ جائیتوں ہو رام اہو راما
مورا پربھو آئیتوں سو سکھانہ سجیا بچھائے دیتوں ہو رام

مطلب:۔ آہ میں کیا کروں ہوا اتنی آہستہ آہستہ چل رہی ہے کہ نیم کی سینک بھی نہیں ہلتی۔ اور اس عالم میں میرے سوامی پردیس جا رہے ہیں۔ میں نے اپنے دل کو کیسے بہلاؤں گی۔ انگلیوں سے مانگ بنا لوں گی اور آنکھوں میں کاجل لگا کر دل کو ایسا بہلاؤں گی گویا میرے بھگوان (شوہر) گھر ہی میں ہیں۔

ہائے رام میں پانی کی مچھلی کیوں نہ ہوئی۔ جو پانی میں رہتی۔ اور جب میرے پران ناتھ نہانے آتے تو میں اُن کے چرن (قدم) چوم لیتی۔

ساٹھی چاول کوٹ کر بھات پکاتی۔ اور مونگ کی دال بناتی اور جب میرے پربھو بھوجن کرنے آتے تو میں ان کو نظر بھر کر دیکھتی۔

ہائے میں گھر کی خادمہ کیوں نہ ہوئی۔ میں گھر میں رہتی اور جب سوامی خواب گاہ میں آتے تو میں ان کا پلنگ بچھا دیا کرتی۔

ایک سدھ آئی گئیلی جینوں کے رے مورا ڈھل جینو بسیا گیلو ہو
سدھ آگئی سانورو سپھیا کی

ایک سدھ آگئی پنیا بھرت کے ارے پھٹتے گھرلی ڈوب جاتی رے
سدھ آگئی سانورو سپھیا کی

ایک سدھ آگئی بروا جوت کا لئے ارے کھیر سیاری میں بھول گئی رے
سدھ آگئی سانورو سپھیا کی

ایک سدھ آگئی سجیا سوت کے رے ازی ڈستی ناگن مور جاتی رے
سدھ آگئی سانورو سپھیا کی

مطلب۔ میں جیسے ہی کھانا کھانے بیٹھی تو مجھے اپنے سانورے سپاہی کی یاد آگئی۔ میرا بھوجن رکھا باسی ہوگیا۔ اور میں کھا نہ سکی۔ پانی بھرتے وقت یکایک مجھے اپنے سوامی کی یاد آگئی۔ میں اس کی یاد میں اتنی محو ہوگئی کہ قریب تھا کہ گھڑا چھوٹ کر کنوئیں میں جا پڑتا۔ پان کا بیڑا بنا رہی کہ مجھے اس کی یاد آگئی۔ میں پان میں کتھا لگانا اور چھالیہ ڈالنا بھول گئی۔ پلنگ پر سونے کے لئے لیٹی تو وہ مجھے یاد آگئے مجھے ایسا معلوم ہونے لگا گویا مجھے کالی ناگن نے ڈس لیا ہے۔ اور میں مری جا رہی ہوں۔

بدریا جھمکت آوے مورے راجہ

سانجھ بھئی دیا باتی کی بریا راجہ دھاون لاگے گیا میں جیونا بناؤں۔ مورے راجہ

آدھی رات چیر سپیا کا پھیرا - راجہ بچھاویں سکھ سیجیا ہیں جنتوا بہاروں بھورے راجہ
بھور بھئے چھوچھیا جو بولے راجہ سنواریں - سراپا گاہیں جانتے پر جو جھمن لاگیوں تور راجہ

مطلب :- بدریا جھومتی آرہی ہیں۔ شام ہوگئی۔ دیپک جلانے کا وقت ہے میرے سوامی گائے کا دودھ دوھنے لگے۔ اور میں کھانا پکانے لگی۔ آدھی رات کو جب سپاہی گشت کو نکلے۔ تو میرے راجہ پلنگ پر سونے کی تیاری کرنے لگے۔ اور میں چکی کا گھر صاف کرنے لگی۔ علی الصباح جب چھوچھیا (ایک چھوٹی چڑیا) بولنے لگی تو میرے راجہ اُٹھے اور باہر جانے کے لئے سر پر پگڑی سنوارنے لگے اور میں چکی پر جھک مارنے لگی۔

اس گیت میں دن اور رات کی پوری داستان ہے۔ غریب دیہاتیوں کے دن کس طرح سے بسر ہوتے ہیں۔ اسی کو دیہاتی شاعرہ نے اپنی گنواری زبان میں نظم کر دیا ہے۔

گہری ندیاری ہری جی اگم بہے رام پنیا	پیا جو چلے مورنگ دیسوا بہریلا کرجوا
جو ہم جنتوں رے ہری جی جیسے پردیوا	کس کے بند ھیتوں لے نہر مو ہیا بیم کرانی دوریا
منھ تورا دیکھوں لے میری جی نہنی نہنی رکھیا	آنکھ تورا دیکھوں لے ہری جی اموا کیر پھنکیا
ہونٹ تورا دیکھوں لے ہری جی چولا ترنا دیا	ہاتھ تورا دیکھوں لے ہری جی لمبی رسیموا
گھر میں روئے دھرنی لے ہری جی جنگل میں روئے ہرنا	بن میں روئے چکوا چکیا بچھوا گئے رام زنیا

یہ بہاری گیت ہے۔ بہاری گیتوں میں "مورنگ" کا نام بہت آیا ہے۔ یہ مقام بہار میں سارن اور چمپارن ضلعوں کا وہ حصہ تھا جو ہمالیہ کی ترائی میں دور تک چلا گیا ہے۔ پرانے زمانہ میں نوکری کے لئے لوگ مورنگ جاتے رہے ہوں گے لیکن اب تو دیہاتی گیتوں کے سوا مورنگ کا کہیں نام ونشاں بھی نہیں ہے۔

مطلب :- نوکری کے لئے نوجوان شوہر "مورنگ" جارہا ہے۔ اس کی بیوی

کہتی ہے "وہ گہری ندی ہے جس کی تھا نہیں ملتی۔ ہائے میرے پران ناتھ (جان کے مالک) تم موزنگ دیس کو کیوں جا رہے ہو۔ درد جدائی سے میرا کلیجہ پھٹا جا رہا ہے

ہر دیشورا اگر مجھے اس کی خبر پہلے سے ہو جاتی کہ تم پردیس جاؤ گے تو اے سنگدل میں تم کو محبت کی رسی سے ایسا کس کر باندھتی کہ تمہارا ہلنا دشوار ہو جاتا۔

اے پران ایشورا کیا بتاؤں تمہارا دلکش چہرہ جس پر سبزہ کا آغاز ہے۔ آم کی پھانکیں جیسی تمہاری آنکھیں دیکھتی ہوں تو دل تڑپ جاتا ہے۔

ہونٹ دیکھتی ہوں تو ایسا گمان ہوتا ہے جیسے کوئی لعل ہے۔ اور اس سے رس ٹپک رہا ہے۔ باہیں کیا ہیں ریشم کے لچھے۔ اُف تم کو تو کسی بات کی پروا نہیں۔ تم میرا کہنا نہیں مانتے۔ اور پردیس چلے جا رہے ہو۔

جس طرح جنگل کی ہرنی ہرن کی یاد میں۔ چکئی چکوا کی یاد میں جن کو پرماتما رات میں جدا کر دیتا ہے۔ آنسو بہاتی ہیں اُسی طرح اے پریتم گھر میں تمہاری عورت بھی تمہاری یاد میں رو رہی ہے۔

جھلمل بہلا بیار یون ڈول رہی	ڈوے نورنگیا کی ڈار کوئلیا کوک رہی
بابا گئے پردیسوا بڑا سکھ دے گئے	انگنا چنوا کے گاچھ ہنڈولا لاکے گئے
سیاں گئے پردیسوا بڑا دکھ دے گئے	چھتیا بجر کیوڑیا جھجریا لگا کے گئے
باٹ توراجوہلا ئیو ہیا کاہی دھن نیر ڈھری	کیا تورا نہیر دور کیا گھرسا سو لڑی
ناہیں مور نیہر دور ناہیں گھرسا سو لڑی	ہمراہ بلما پردیس وہ ہی ہم سوچ کھڑی
گلوا ہیں دیہوں گلہار موتیں مانگ بھری	چھوڑ پردیس کی آس ہمری سنگ ساتھ چلی
اگیا لگے گلہار بجر پڑے موتی لڑی	تہو رو سے پیا مورا سندر گلاب کا پھول جھڑی
دھن ستونتی ناری دھرم کے جنت کھڑی	بھیس بدل پیا ٹھاڑ دیکھ دھن مورچھ پڑی

مطلب:۔ جدائی کی ماری عورت کہہ رہی ہے) ہوا آہستہ آہستہ چل رہی ہے۔

نارنگی کی شاخیں ہل رہی ہیں کوئل کوک رہی ہے۔ کتنا اچھا سماں ہے۔

میرے باپ پردیس گئے۔ تو میرے آرام کا سماں بھی کر گئے۔ صحن میں جو چندن کا درخت ہے۔ اس میں میرے لئے جھولا ڈال گئے۔ سوامی پردیس گیا گئے میرے سینہ پر (جدائی کا) سنگی کیواڑ لگا کر) (فراموشی کی) زنجیر لگا گئے۔

رہ گیر نے پوچھا۔ اے عورت! میں تمھاری آنکھوں سے آنسو گرتے دیکھ رہا ہوں۔ یہ کیا بات ہے۔ کیا تمھارا میکہ بہت دور ہے۔ یا ساس سے کچھ جھگڑا ہو گیا ہے۔

عورت نے کہا:۔ نہ میرا میکہ دور ہے۔ اور نہ میری ساس ہی نے مجھے کچھ کہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میرے سوامی پردیس میں ہیں اور میں کھڑی ہوئی انھیں کی یاد میں آنسو بہا رہی ہوں۔

رہگیر نے کہا:۔ اے سندری! (تم کسی بات کی فکر نہ کرو) میں تمھارے گلے میں پہننے کے لئے ہار بنواؤں گا۔ موتیوں سے تمھاری مانگ بھر دونگا۔ تم اپنے شوہر کو جو پردیس میں ہے۔ بھول جاؤ۔ اور میرے ساتھ چلی چلو۔

عورت نے کہا۔ (خاموش) تیرے ہار میں آگ لگے۔ موتی کی لڑی پر بجلی گرے۔ میرے پران ناتھ تجھ سے کہیں زیادہ خوبصورت ہیں۔ وہ تو گلاب کے پھول کی چھڑی ہیں۔ اتنا سنتے ہی رہگیر نے بھیس بدل ڈالا وہ تو اس عورت کا شوہر تھا۔ اس نے کہا اے ستونتی (عصمت مآب) عورت تو قابلِ عزت و فخر ہے۔ تجھ سے قوم کا نام روشن ہے۔ عورت اپنے شوہر کو پہچانتے ہی فرطِ مسرت سے بے ہوش ہو گئی۔

بے تکی شاعری سے "یہ دیہاتی" "بلنیک ورس" قابلِ تعریف ہے۔

بھاری بھیلے رام انکھیا۔ امورن موجری گیلے ہوا

کت دن بیٹھا جوہے رے لبھیّا۔ بھاری......
باٹ بٹوھیا۔ اے توہیں مورھبیا اے نرموہیا
ہمری سندیس لے جاؤ اے لو بھیا۔ بھاری.....
ہمری سندیسوا رے پربھو سمجھاؤ اے نرموہیا
توری دھن الپ ہیں کماری لوبھیا۔ بھاری......
توہرا بلموا کی چینہو نہ جانوں نرموہیّا
کیسے کیسے سمجھائے اے لو بھیّا۔ بھاری.....
ہمرا بلموں کی ٹیڑھی ٹیڑھی پگیا نرموہیّا
زلفیں جھریلا ٹیڑھی پگڑی لو بھیّا۔ بھاری.....
ہمرا بلموا ان لالی انکھیاں نرموہیّا
گھوم گھوم دونوں آنکھیں رے لوبھیا۔ بھاری....
ہمرے بلماں کے گھٹی بھر دھوتیاں نرموہیّا
جیسے چلے لہرا مراؤ رے لو بھیا۔ بھاری.....
چھیاجے لیلہن من مسکائے نرموہیّا
باپنچے لگے پرہو بیگوا رے لو بھیّا۔ بھاری.....
باٹ بٹوہیا رے توہیں مورا بھیّا رے نرموہیا
ہمروسندیوا جائی رے نرموہیا۔ بھاری.....
ہمروسندیوا رے دہن سمجھائے نرموہیا
چرخا کت ہیوکل راکھیوا اے لوبھیا۔ بھاری....
مطلب:۔ ہائے رام (انتظار کرتے کرتے) میری آنکھیں تھک گئیں آموں میں بور آ گئے۔ مہوا ٹپکنے لگا۔ اے سنگدل۔ لے دولت کے پجاری پردیسی تم

میں تمہارا کب تک انتظار کروں کب تک راہ دیکھوں۔ تم پردیس سے کب آؤ گے۔

(ایک رہگیر کو مخاطب کر کے عورت کہتی ہے) اے راہ چلنے والے! تم میرے بھائی ہو۔ میرے اس سنگدل اور لالچی شوہر کو میرا ایک پیغام پہنچا دو اُن سے کہنا کہ تمہاری عورت کم سن ہے۔

راہگیر نے کہا۔" اے بہن! نہ تو میں تمہارے شوہر سے واقف ہوں اور نہ اس کو پہچانتا ہوں۔ میں اس تک تمہارا پیغام کیسے پہنچاؤں گا۔

عورت نے کہا" اے رہگیر! ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ ترچھی پگڑی باندھتے ہیں اور زلفیں رکھتے ہیں۔ میرے پران ناتھ! گھٹنوں تک دھوتی باندھتے ہیں۔ بڑی بڑی اور سرمگیں آنکھیں ہیں۔ وہ اس شان سے چلتے ہیں گویا بڑا راجہ چلتا ہے۔

رہگیر نے پردیس میں جا کر عورت کے شوہر کو خط دیا۔ خط میں عورت کی جدائی کا حال پڑھ کر شوہر مسکرایا۔ اور اس نے رہگیر سے کہا۔ اے مسافر بھائی میرا بھی سندیس لیتے جاؤ۔ میری عورت کو سمجھا کر کہدینا کہ چرخا کات کات کر خاندان کی عزّت قائم رکھے۔

کون پھول پھولے گہری رے پھروا
اور کون پھول پھولے آدھی رات نہ بھونرا بھائی
اڑھل پھولے پھولے گہری رے پھروا
اور چمپا پھول پھولے آدھی رات۔ نہ بھونرا بھائی
تو کا دیبوں بھونرا دودھ بھات
گھروال ہری ہرے آگے کھیر جتا و کہ بھاگن آئی
اڑ گئے بھونرا واہی دیسوا

ارے جائے بیٹھے ہری جی کے پاگ کہ پھاگن آئی
پاگ سے اُتار ہری ہانتھ بٹھا وہ..ہیں
ارے پوچھن لاگے دھن کسلات۔ کہ پھاگن آئی
توری دھنا اے ہری بیدن بیاکل
ارے ادہی گن بھونرا بھیجے کہ پھاگن آئی
کوٹھوا اوپر کوٹھری رے، جھرکوا جیتی
آہو راجہ او ہے نہ کیا کا بھیا کتھوں نا پن دیکھا ہو کہ پھاگن آئی

اُردو ہندی کے شعرا بلبل، کبوتر، ہوا اور کوا سے قاصد کا کام لیتے ہیں لیکن یہاں دیہاتی شاعرہ نے بھونرے کو قاصد بنایا ہے۔

مطلب:۔کون پھول پہر گھڑی رات رہے اور کون پھول آدھی رات میں پھولتا ہے۔ جس پر بھونرا فریفتہ رہتا ہے۔

اڑھل (؟) پہر رات رہے پھولتا ہے۔ اور چمپا آدھی رات کو پھولتی ہے۔ اے بھونرے! میں تم کو کٹورے میں دودھ بھات کھانے کو دوں گی۔ تم ذرا پردیس جا کر میرے پران ناتھ سے کہہ آؤ کہ پھاگن کا مہینہ آگیا۔ بھونرا اُڑتے اڑتے اس دیس میں پہنچا جہاں عورت کا شوہر مقیم تھا۔ اور اس کی پگڑی پر بیٹھ گیا۔ شوہر نے بھونرے کو پگڑی پر سے اُتار کر اپنے زانوں پر بٹھا لیا۔ اور اس سے اپنی عورت کا حال پوچھا۔ بھونرے نے کہا: "تمہاری پران پیاری عورت تمہاری جدائی کی آگ میں جل رہی ہے۔ اس نے مجھے اس پیغام کے ساتھ کہ "پھاگن آگیا ہے" تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اس نے کہا اے سوامی کوٹھے پر جو کھڑکی ہے۔ میں اس سے جھانک کر تمہاری راہ دیکھا کرتی ہوں۔ لیکن اے میرے راجہ! تم سا کوئی رہگیر مجھے نہیں دکھائی دیتا۔

شادی کے گیت

جو گیت میکے میں گائے جاتے ہیں وہ سُسرال والے گیتوں سے کچھ مختلف ہوتے ہیں۔ "بدائی" (رخصتی) کے گیت بہت پر درد ہوتے ہیں۔ جو گیت سُسرال میں گائے جاتے ہیں۔ ان میں خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اِن گیتوں میں خاص بات قابل غور یہ ہے کہ کہیں مرد لڑکی کی تلاش میں پریشان نظر آتا ہے۔ اور کہیں لڑکی خود اپنے باپ سے شوہر تلاش کرنے کی استدعا کرتی ہے۔ ان گیتوں میں بہن اور بھائی کا بھی ذکر خاص طور پر کیا جاتا ہے۔ کھانے پکانے کی چیزوں کی بھی ایک طویل فہرست رہتی ہے۔ چاہے اِن لذیذ کھانوں کو فاقہ کش غریب دیہاتیوں نے خواب میں بھی نہ چکھا ہوگا۔ میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں کہ دیہاتی گیت قافیہ اور ردیف کی بندشوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان گیتوں میں جو صاحبہ یا صاحب "وجدانیات" یا الہامات" کی تلاش کریں گے انھیں سخت مایوسی ہوگی۔ "دیہاتی گیت" غریب، و مظلوم دیہاتیوں کے دردناک افسانے ہیں اور بقول خدائے سخن غالبؔ سے

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے نالہ پابند نے نہیں ہے

دُکھے ہوئے دلوں کی فریاد کو آپ دیہاتی گیت سمجھ لیجئے اگر حقیقت کی ترجمانی کو ہم شاعری کہہ سکتے ہیں۔ تو اِن دیہاتی گیتوں کو بھی نیچرل شاعری کا خطاب دیا جا سکتا ہے۔

بیٹی کو ہدایت کرتے وقت، ماں باپ اعزا و اقربا کا جو حال ہوتا ہے۔ وہ ناقابل بیان ہے۔ بدائی کے وقت جو درد انگیز گیت گائے

جاتے ہیں۔ اِن کو سُن کر سنگ دل بھی رو پڑتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) اری اے ری بیٹی پیاری رانی
توری بول بھلی توری بچن بھلی
ایسے بپوا گھر چھوڑ کے بیٹی۔ کہواں چلی بیٹی کہواں چلی
جیسے بن کی کوئلیا۔ اُڑ باگاں گئی، پھلواریا گئی
تیسے بابا گھر چھوڑ کے۔ اب سسرے چلی سائریا چلی
گھوڑوا چڑھے بھیّا آگے کھڑے۔ ہاتھے تیر کمان ہاتھے تیر کمان
روکھیں بہن کی ڈگریا۔ بہن موری کہواں چلی بہنی کہواں چلی
جانے دے بھیّا بابا لگن دھری اماں ساج کری
اے ہوں میں کاجے پردیس بیرن۔ تورے بٹیا بھئی توری بٹیا بھئی

مطلب:۔ اے سریلی آواز و میٹھی بولی بولنے والی پیاری بیٹی اپنے باپ کا گھر چھوڑ کے تم کہاں چلی جا رہی ہو۔ (لڑکی نے جواب دیا) جس طرح بن کی کوئل اُڑ کر باغ اور باغیچہ میں چلی جاتی ہے، اس طرح میں بھی باپ کا گھر چھوڑ کر سسرال ساس کی خدمت کرنے جا رہی ہوں مگر بھائی نے جب یہ سُنا کہ بہن پرائے گھر چلی جا رہی ہے تو اُنھیں غصّہ آیا)۔ ہاتھ میں تیر کمان لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر بہن کی راہ میں کھڑے ہو گئے۔ اور پوچھا کہ اے میری بہن تم کہاں چلی جا رہی ہو۔ (میں تم کو گھر سے باہر کہیں نہ جانے دونگا) یہ سُن کر بہن نے کہا۔ میرے بیرن بھیّا (ہائے میں اس لفظ بیرن کا کیا ترجمہ کروں۔ اس کا لفظی ترجمہ بھائی ہے۔ لیکن بیرن میں جو مٹھاس اور محبّت کی چاشنی ہے۔ اس کا لطف کوئی بہن ہی جان سکتی ہے۔ اور وہی اس لفظ "بیرن" کی اپنے پیارے بھائی کی بلائیں لے کر تشریح کر سکتی ہے) ہاں تو بہن نے کہا میرے بیرن بھیّا اب مجھے جانے دو۔

بابا نے میری شادی کر دی ہے اماں نے بدا کر دیا ہے۔ بھیّا اب میں پرائے گھر کی ہو چکی ہوں۔ اب مجھے روکنا بے کار ہے مجھے جانے دو۔ اب جب تمھارے بٹیا ہوگا تو میں "بدھاوا" لے کر آؤں گی۔ کبھی کام کاج پڑے گا تو آؤں گی۔ آہ کتنا درد انگیز گیت ہے۔

(۲) سن ری سہیلی، موری پہیلی۔ بادل گھر میں رہی اکیلی

ماتا پتا نے لاڈ سے پالا۔ سمجھا مو کو گھر کا اُجالا

کچھ کچھ موہ سمجھ جو آئی۔ اک جا ٹھیری موری سگائی

آون لاگے بہن نائی۔ کوئی لئے روپا کوئی لی دھیلی

سا ہرے کے لوگ آئے جو میرے۔ ڈھول دمامے باجے گھنیرے

شبھ دن شبھ گھڑی ہوئے جو پھیرے۔ سیاں نے مو کو ہاتھ میں لے لی

آئے براتی سب رنگ کے۔ لوگ کٹم سب ہنس ہنس کے

چاہا سب نے گھر سے نکسے۔ اور کے گھر میں جائے ڈھکیلی

لے کے چلے وہ ساتھ اب اپنے۔ کہا کہ تو نہیں بس کی اپنے

سکھی پیا کے ساتھ گئی میں۔ ایسی گئی پھر وہیں رہی میں

سیّاں نے موری بانہہ گہیلی

ساس جو چاہے سو ئی سُنا وے۔ نند بھی میٹھی باتیں بناوے

کیا میں کروں کچھ بن نہیں آوے۔ جیسی پڑی میں نے ویسی ہی جھیلی

جیا بیاکل روونت انکھیاں۔ کہاں گئیں سب سنگ کی سکھیاں

شوک رنگ گڑیاں تاک میں رکھیاں۔ نہ وہ گھر ہے نہ وہ حویلی

یہ گیت بھی بدائی کا ہے۔ لیکن اس گیت میں "دیہاتیت" سے زیادہ اُردو کا رنگ نمایاں ہے۔ غالباً یہ کسی اُردو داں دیہاتی شاعرہ کے فکر کا نتیجہ ہے۔

مطلب :۔ اے میری سہیلی میں اپنے باپ کے گھر میں بہت لاڈ پیار سے پالی گئی۔ سب نے مجھے گھر کا اُجالا سمجھ رکھا تھا۔ جب میں کچھ سمجھ دار ہوئی تو وہ باجا بجاتے بڑی شان کے ساتھ آئے اور اچھی ساعت میں "پھیرے" (شادی) ہو گئے۔ اور میرے سیّاں نے میری بانہہ پکڑلی۔ براتیوں کو تو کھاپی کر اپنے گھر جانے کی پڑی تھی۔ وہ ہنستے تھے اور خوشیاں منا رہے تھے۔ انھوں نے مجھے زیادہ دن تک میکہ میں نہ رہنے دیا۔ ان کی تو دلی منشا تھی کہ میں غیر کے گھر میں ڈھکیلی جاؤں چنانچہ اس طرح میرا میکہ چھوٹا۔ اور میں اپنے پریتم کے ساتھ سسرال گئی وہاں ساس اور نند کی جلی کٹی باتیں سننے کو ملیں۔ مگر میں نے اُف نہ کی آہ وہ بالے پن کا زمانہ کہاں گیا۔ اب تو جی بے چین رہتا ہے۔ آنکھیں روتی ہیں۔ میرے ساتھ کی سب سکھیاں کہاں گئیں۔ میں نے جو خوشنما شوخ رنگ کی گڑیاں بنا کر طاقوں میں سجائی تھیں نہ وہ گھر ہے اور نہ اب وہ حویلی ہے۔

(۳۱) تینا پہر بیٹی چوکے سے بیٹھس بیٹی کے من دیگر رے
گورے بدن بیٹی سونرے ہو سے گئی منوا گئیل کملائے رے
نا مورے بابا وا بچ تھوڑا ناہیں بھیّا بولیں اسبارے رے
نا مورے بابو ہو سیوا ہیں چوکل جیہہ ہر جھنوا اداس رے
تب نے کہو بابا نیرے دیہہ بے بھوؤ دسوا کے اور رے
نیہر لوگ دلبھ ہو جیہیں بابا رے بسور بسور رے
اگلے کے گھوڑ رو وابیرن تو جیہیں پیچھے لاگے چار کہار رے

مطلب :۔ گہنا پہنے قبول صورت بیٹی باورچی خانہ میں اداس بیٹھی ہے۔ باپ نے کہا میرے گورے بدن والی بیٹی تمھارا چہرہ کیوں کمھلایا ہوا ہے۔ بیٹی نے جواب دیا۔ پتا جی آپ نے جہیز کافی دیا ہے۔ بھائی مجھ سے کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ نہ مجھ سے آپ کی خدمت میں کوئی غلطی ہوئی۔ جس کی وجہ سے میرا چہرہ اداس ہے۔

یا کھلایا ہوا ہے۔ بلکہ میرے اداس ہونے کا اصلی سبب یہ ہے کہ آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ میری میکے کے قریب ہی ہوگی۔ لیکن اس کے برخلاف آپ نے میری شادی بہت دور کی ہے۔ میرے لئے اب میکہ والوں سے ملنا بہت دشوار ہوگیا۔ باپ نے سُنا تو وہ رو پڑے اور کہنے لگے بیٹی تیرے الفاظ میرے دل پر تیر کی طرح لگ رہے ہیں۔ تم سُسرال جاؤ میں تمھارے ساتھ ہی تمھارے بھائی کو گھوڑے پر اور ڈپا لگی اٹھانے کو چار کہار بھیج دیتا ہوں وہ تم کو بہت جلد سُسرال سے میکہ لائیں گے۔

(۴) بھیتر سے ماما جی روئیں۔ اچرے ماں آنسو پوچھتی ہو
اے ہو میری بٹیا چلی پردیس کو کھیا میری سونی بھئی نا
بیٹھک میں باپو جی روئیں ٹپکے ماں آنسو پوچھن ہو
موری بہنی چلی پردیس پٹھیا موری سونی بھئی
اوری میں بھوجی روئیں چنری میں آنسو پونچھن ہو
اے ہو موری نندی چلی پردیس رسویا موری سونی بھئی ہو

مطلب بیٹی میکے سے رخصت ہو رہی ہے۔ گھر کے اندر ماں رو رہی ہے۔ آنچل سے آنسو پونچھتی جاتی ہے۔ اور کہتی ہے ہائے میری بیٹی پردیس میں جا رہی ہے میرا گھر سونا ہوگیا۔ بھائی روتا ہے اور پگڑی سے آنسو پونچھ کر کہتا ہے۔ ہائے میری بہن میری پشت پناہ پردیس جا رہی ہے۔ باورچی خانہ میں بھاوج روتی ہے اور چُنری سے آنسو پونچھتی جاتی ہے اور کہتی ہے افسوس میری نندجی پردیس چلی جا رہی ہیں۔ میرے باورچی خانہ کی رونق چلی گئی۔

آنچل سے ماں۔ دھوتی سے پتا۔ پگڑی سے بھائی اور چُنری سے بھاوج آنسو پونچھ رہی ہے۔ ماں کی گود۔ باپ کا گھر بھائی کی پیٹھ اور بھاوج کی رسوئی (باورچی خانہ) لڑکی کے جانے سے سونی ہوگئی۔ انداز بیان کی لطافت

کے ساتھ ہی اس گیت میں ماں باپ - بھائی اور بھاوج کا فرق بھی نہایت خوبی سے دکھایا گیا ہے۔

(۵) بابا کہیں دس کوس بے ابہو - بھیا کہیں کوس پانچ
باوا کہیں بیٹی نگر اجودھیا۔ نت آٹھ پہر ات نہا دن
بابا دہن - آن دھن سونوا - ماما ویں لہر پٹور
بھیا دہن چڑہن پالکی - بھوجی دیں ہو سہاگ
بابا کے سونو النوے دن کھاوے - پھٹ جیہن لہر پٹور
ٹوٹ جیہے بھیا دہن پالکی - بھوجی کے باڑھے رہی بات
ماما کہیں بیٹی نت اٹھ آئے بابا کہیں چھٹے ماس
بھیا کہیں بہن کاجے پر جن بھوجی کہیں کس بات

مطلب - باپ نے دس کوس پر بھائی نے پانچ کوس پر اور ماں نے شہر ہی میں (اجودھیا میں) لڑکی کی شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی - باپ نے بہت سونا ماں نے ریشمی کپڑے - بھائی نے پالکی اور بھاوج نے سہاگ کا سیندور لگایا - بیٹی کہتی ہے - باپ کی دولت ختم ہو جائے گی - ماں کے کپڑے پھٹ جائیں گے بھائی کی پالکی ٹوٹ جائے گی - لیکن بھاوج کا دیا سہاگ بڑھتا رہے گا - ماں کہتی ہے کہ بیٹی سسرال سے جلدی آئے - باپ کہتا ہے چھ مہینے میں آئے - بھائی کہتا ہے کام پڑنے پر آئے لیکن بھاوج کہتی ہے کہ آنے کی ضرورت ہی کیا ہے -

دیہاتی شاعرہ نے باپ - ماں - بھائی اور بھاوج کی محبت کا کتنا اچھا نقشہ کھینچا ہے "بھاوج کا دیا سہاگ" اور "نہ آنے کی ضرورت" کی ایک ہی رہی -

(۶) کون کی اونچی اٹریا سورج مکھ چھائی - کون گھر کنیا کنواری تو دولھا چاہی
اُجس کی اونچی اٹریا سورج مکھ چھائی - بہل گھر کنیا کنواری نہ دولھا چاہی

کون کی پوت تپسیا آنگن ہووے تپ کرے۔ سجنا کے پوت تپسیا آنگن ہووے تپ کیے
بھیتر سے نکیس اجیا تھار بھر موتی لئے بھیتر سے نکیس میا تھار بھر موتی لیہن
بھیتر سے نکیس بھوجیا تھار بھر موتی لیہن۔
لیہو نہ پوت تپسیا آنگن مورو چھانڑو۔ کہا کروں تھار بھر موتیا آنگن نا ہیں چھانڑو
تم گھر کنیا کنواری تم ہم کا بیاہ دیو
باہر سے آئے بیرن بھیّا ہاتھ کھڑاک لئے۔ ماروں ہیں پوت تپسیا بہن کی مانگے
بھیتر سے نکیس لاڈلی موتی مانگ بھرے۔ جن مارو پوت تپسیا جنم میری کو کھیوں

مطلب۔ یہ اونچی اٹاری کس کی ہے۔ جس کا دروازہ پورب کی طرف ہے؟ کس کے گھر میں کنواری لڑکی ہے جسے شوہر چاہیئے۔ یہ اونچی اٹاری ساس کی ہے۔ جو پچھم جانب چھائی ہے۔ بابا کے گھر میں کنواری کنیا (لڑکی) ہے۔ جو شادی کے قابل ہوئی ہے۔ یہ کس کا عبادت گذار لڑکا ہے جو میرے صحن میں عبادت کر رہا ہے۔

ساس ماں اور بھاوج تھال میں موتی بھر کر اندر سے نکلیں سب نے کہا۔ اے عبادت گذار لڑکے یہ موتی کا تھال اور صحن کو چھوڑ دو۔ لڑکے نے جواب دیا میں موتیوں سے بھرا تھال کیا کروں گا۔ میں صحن سے نہ جاؤں گا۔ تمہارے گھر میں کنواری لڑکی ہے۔ اس کے ساتھ میری شادی کر دو۔ باہر سے بھائی شمشیر بکف گھر میں داخل ہوا۔ اس نے کہا میں اس عبادت گذار لڑکے کو جان سے مار ڈالوں گا۔ (یہ بڑا گستاخ ہے) میری بہن مانگ رہا ہے (بھائی کو غصہ میں بھرا دیکھ کر) لاڈ و پیار میں پلی ہوئی بہن پردہ سے نکلی۔ اس کی مانگ موتیوں سے بھری ہوئی تھی۔ بھیّا اس عبادت گذار لڑکے کو نہ مارنا۔ ورنہ میری جیون نیّا کو کون کھیویگا

(۷) ساون سگنا ہیں گڑ گھی۔ پا لیوں چیت چنا کی دال
اب سگنا تو بھئو سجگوا۔ مٹی کا بر ہیری جاؤ۔

اُڑت اُڑت تو جائیو رے سُگنا بیٹھو ڈریا اُنائے
ڈریا انائے بیٹھا پکھنا پھلائے جنیا نجریا گھمائے
جے بر سُگنا تو دیکھ سندر جیکر چال گمبھیر
جے گھر سُگنا تو سمپت دیکھو واہی گھر رچیو بیاہ
ہیر یوں بر میں سنجگ سلچھن بھر بھر منھ جوت
ساٹھ بر دیں چنی میں دیکھوں ادھ گھر رچیو بیاہ

مطلب۔ (دیہاتی شاعرہ نے طوطا سے قاصد کا کام لیا ہے) اے سوا! تم کو میں نے ساون میں گڑ گھی۔ اور حیت میں چنے کی دال کھلا کر پالا۔ اب تم سمجھ دار ہوئے۔ جاؤ بیٹی کے لئے شوہر تلاش کر آؤ۔ اے سُوا تم اڑتے اڑتے جانا اور کسی درخت کی ڈال پر پر کھول کر بیٹھنا اور ادھر اُدھر نظر دوڑا کر دیکھنا جس کو تم خوبصورت دیکھنا جس مرد کی چال میں متانت اور شرافت دیکھنا جس گھر میں دولت کی دیوی دیکھنا۔ وہیں بیٹی کا بیاہ ٹھیک کرنا۔ اُسوا نے چاروں طرف پھر کر تلاش کیا اور آکر کہا میں نے اچھے چال چلن والا نیک دل اور شریف بر ڈھونڈھ لیا۔ اس کے گھر میں ساٹھ بیل کی کھیتی ہوتی ہے۔ بس اسی گھر میں لڑکی کا بیاہ ٹھیک کرو۔

غریب دیہاتیوں کے لئے جس گھر میں ساٹھ بیلوں کے ہل چلتے ہوں وہی گھر رشتہ داری کے قابل ہے۔ اس گیت میں ایم۔ اے پاس لڑکے کی خواہش نہیں کی گئی۔ بلکہ اچھے چال چلن نیک دل اور شریف شوہر کی خوشخبری دی گئی۔

( ) بابا گھراؤں بابا ناہیں جاگیں۔ دیت سیندا کے سینڈر بھیون پرائی
بھیا بھیا گھراؤں بھیا ناہیں بولیں۔ دیت سیندک سینڈر بھیون پرائی
بن ماں پھولی بیلیا ات ہی روپ اگاری۔ ملئے ہاتھ پسار تو موئے ہماری
جن چھوا ئی مامی جن چھیو اب ہوں کنواری۔ آدھے رات پھلیے بیلیا تو موئے ہماری

جن چھوائی دُلہا جن چھوا ب ہوں کنواری جب مورا بابا سنکلپین تو ہوئے تمھاری
مطلب :- بابا! بابا! کہہ کر آواز دے رہی ہوں۔ بابا جاگتے ہی نہیں۔ کوئی
خوبصورت چور گھر میں سیندور لگا رہا ہے۔ میں پرائی جا رہی ہوں۔ بھیا! بھیا! کہہ
کر پکار رہی ہوں۔ بھیا بولتے ہی نہیں۔ کوئی ہوشیار آدمی سیندور لگا رہا ہے۔ میں
پرائی ہوئی جا رہی ہوں۔ بن میں خوشنما بیل پھولی ہوئی ہے۔ مالی نے اس پر ہاتھ بڑھایا
اور کہا تم میری ہو۔ (جواب ملا) اے مالی خبردار مجھے ہاتھ نہ لگانا میں ابھی کمسن ہوں۔
کنواری ہوں۔ جب آدھی رات کو بیل پھولے گی تب وہ تمھاری ہوگی۔ اے دلہا میں بالی
کنواری ہوں مجھے نہ چھونا جب میرے بابا مجھے تمھارے سپرد کر دینگے تب میں تمہاری ہو جاؤنگی

(۹) سوت رہی ہوں متیا کے کوکھواں نندیا اُچٹ گئی مور
کیکر دوارے متیا باجن باجے کیکر رچا ہے بیاہ
توہیں بیٹی اوری توہیں بیٹی بوری توہے بیٹی چتر سیّاں
تمرے دوارے بیٹی باجن باجے تمرے رچا ہے بیاہ
ناہیں سیکھوں متیا گنُ اورگنواں نامیں سیکھوں رام رسوئی
ساس وننذ موری متیا گریادیں مورے بوتے سہی نہ جائی
سیکھ لیو بیٹی گُن واگنواں سیکھ لیو رام رسوئی
ساس وننذ تو رمتیا گریادیں لیہو انچرا پساری

مطلب :- میں ماں کی گود میں سو رہی تھی۔ میری نیند اچٹ گئی۔ اے ماں یہ کس
کے دروازے پر باجہ بج رہا ہے۔ کس کا بیاہ ہوگا۔ ماں نے کہا بیٹی تم سیانی
ہوگئی ہو۔ تمھارے ہی دروازے پر باجہ بج رہا ہے۔ تمھارا ہی بیاہ ہوگا۔ بیٹی نے
کہا نہ تو میں نے کوئی ہنر سیکھا اور نہ کھانا پکانا سیکھا۔ سسرال میں جب ساس وننذ
میری ماں کو گالیاں دیں گی کہ کیسی ماں تھی جس نے اپنی لڑکی کو کوئی ہنر نہ سکھایا)

تو مجھ سے برداشت نہ ہوگا۔

ماں نے کہا بیٹی ہنر بھی سیکھو اور کھانا پکانا بھی سیکھ لو اور پھر اگر ساس و نند تم کو گالیاں دیں گی تو آنچل پھیلا کرلے لینا۔ مگر زبان سے اُف نہ کرنا۔

ماں نے لڑکی کو کتنی پاکیزہ تعلیم دی ہے۔

(۱۰) کوٹھا اٹھاؤ بروٹھا اٹھاؤ چو مکھ چو دوار
بڑے بڑے پنڈت ابھن آئیں نہ کنتھ ہمار
روجے تو بیٹی ری میری چو بریا آج کاہے من ہے اداس
کی توری بیٹی اے سندر برناہیں کاہے من ہے اداس
ناہیں مورے بابا ان دھن تھورے نہیں پایوں پہیج تھور
ناہیں دور بابا سندر برناہیں سن پریں واروتی ساس
راجہ کا راج رواج اے بیٹی۔ پرجا کا چھٹے ماس
ساس کا راج دسے دن بیٹی آخر راج تمھار

مطلب:۔ کوٹھا اُٹھا برآمدہ تیار کرو۔ چاروں طرف دروازے رکھو۔ میری شادی میں بڑے بڑے پنڈت آئیں گے۔ دیکھو میرے سوامی کو جھکنا نہ پڑے۔ اے بیٹی روز تم خوش میرے گھر میں رہتی تھیں۔ آج کیوں اداس ہے۔ کیا دولت کی کمی ہے یا جہیز کم ملا ہے۔ لڑکی نے جواب دیا پتاجی مجھے جہیز کم نہیں ملا۔ میرا شوہر بھی بدصورت نہیں ہے۔ میں نے سُنا ہے میری ساس بہت بدمزاج ہے اس سے میں اُداس ہوں۔ باپ نے کہا! راجہ کا راج ہمیشہ رہتا ہے۔ پرجا کا راج چھ مہینے کا ہوتا ہے لیکن اے بیٹی ساس کا راج تو چند دن کا ہوتا ہے۔ آخر میں تیرا ہی راج ہوگا۔

(۱۱)

آج سہاگ کی رات چندا تم اوہیو چندا تم آہیو۔ سورج مت اوہیو

مور ہرد ابرس جن کیہو مورگ مت بولیو — مور چھت بہری جن بائی تو پوچن بھوٹیو
آج کرو بڑی رات چندر ا تم اوہیو — دھیرے دھیرے چل مورا سورج بلم گرآئی ہو

مطلب :۔آج سہاگ کی رات ہے اے چاند تم نکلے رہنا لیکن اے سورج تم مت نکلنا۔ اے مرغ تم آج مت بولنا۔ بانگ دے کر تم میرے دل کو مت تڑپانا۔ اے پو! (سورج نکلنے سے پہلے کا سماں) تم آج نہ پھٹنا ورنہ میری چھاتی پھٹ جائیگی۔ اے چاند! تم آج بڑی رات کرنا۔ ڈوبنا نہیں۔ اے سورج تم آج آہستہ آہستہ چل کر دیر سے آنا۔ آج میرے سہاگ کی رات ہے۔ آج بالم سے ملاپ ہوگا۔

(۱۲)

کھائے لیہو کھائے لیہو دھیّا سی بھات — توری بداوا اے ری بیٹی تڑکے بھن سار
برنا کلیوا لے اماں ہنسی خوشی لے دے — میرا کلیوا اے اماں دیہو رسیائے
بھیا کے لکھوا لے اماں ات بڑی دور — ہمرا لکھا اے اماں ات بڑی دور
رنگ گھوم آوے گھوم بابا جے آویں — کہتوں نہ دیکھو اے بیٹی بنروا جھنکار

مطلب :صبح کو لڑکی کی بدائی ہے۔ ماں کہتی ہے) اے بیٹی دہی سے بھات کھالو۔ کل علی الصباح تمہاری "بدائی" ہے۔ بیٹی نے کہا! اماں! بھائی کو تم بڑی ہنسی خوشی سے کھانا دیتی تھیں لیکن مجھے کھانا دینے میں تم کو غصّہ آتا تھا۔ بھائی کو باپ کا راج لکھا ہے۔ اور مجھے اے ماں بڑی دور جانا ہے۔ (لڑکی جب بدا ہوگئی تو) باپ صحن میں پھر کر رو رہا ہے۔ ہائے میری بیٹی کے پازیب کی جھنکار اب کہیں سے سنائی نہیں دیتی۔

آخیر میں ایک مذاقیہ لیکن سبق آموز شادی کا گیت اور سُن لیجئے زندگی ہے تو بشرط فرصت دیہاتی گیتوں پر پھر لکھوں گا۔

(۱۳) پانچ برس کی موری رنگ رنگیلی اسّی برس کا داماد

نکر نہ آؤ تو موری رنگ ریلی اجگر ٹھاڑو دوار
آنگن کیچ کیچ بھیتر کیچ کیچ بوڑھو گرے منھ بائے
سات سکھی مل بوڑھوا جاویں بوڑھوا سیندور پہراؤ

مطلب۔ ناز و نعم میں پلی ہوئی میری پانچ برس کی بچی ہے۔ اور اسّی برس کا داماد ہے۔ میری بیٹی باہر نکل کر تو دیکھو دروازہ پر اژدہا کھڑا ہے۔ صحن میں اور اندر کیچڑ ہی کیچڑ ہے۔ بڈھا پھسل کر گر پڑا۔ اس کا پوپلا منھ کھلا رہ گیا۔ سات سکھیاں! اس بڈھے کو اٹھا رہی ہیں۔ اور کہتی جاتی ہیں۔ بوڑھے میاں ذرا اُٹھ کر لڑکی کی مانگ میں سیندور تو لگا دو۔

بڈھے کو اژدہے سے تشبیہ دینا نرالی بات ہے۔ جس طرح اژدہا چل پھر نہیں سکتا وہی حالت بوڑھے شوہر کی بھی ہوتی ہے۔ جیسے اژدہا اپنے شکار کو نگل جاتا ہے۔ اسی طرح بڈھا شوہر بھی کمسن لڑکی کی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے۔

دیہاتی گیتوں سے آپ گاؤں کی معاشرت اور غریب دیہاتیوں کے دُکھے ہوئے دلوں کی سچی رُوداد سن سکیں گے۔ صنائع بدائع یا "الہامات" کی ان دیہاتی گیتوں میں تلاش بیکار ہے۔ مگر ان سے آپ زندگی کی حقیقت ضرور معلوم کر سکتے ہیں زبان ناقابلِ فہم اور پیچیدہ ہوتی ہے۔ لیکن مطالب کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتی ہر موسم اور ہر موقع کے گیت بنائے گئے ہیں۔ جو کچھ ان کے دلوں پر اثر پڑا وہ زبان پر آ گیا ان کی شاعری اس غرض سے کبھی تخلیق نہیں ہوتی کہ وہ مشاعروں میں پڑھی جائیگی اور واہ وا کے نعروں سے ان کی ہمت افزائی کی جائے گی۔ ان کی دنیا محدود اور اس میں ان کی ضرورتیں بھی محدود ہوتی ہیں بیگار کے لئے زمیندار نے بلایا اور ان پر مار پڑی۔ رات کے سناٹے

ہیں ان کے زخموں پر مرہم لگانے والا کوئی نہ تھا۔ وہ اسی عالم میں چیخ اُٹھے اور اس چیخ نے نغمے کی صورت اختیار کرلی۔ قافیہ اور ردیف کی کوئی قید نہ تھی جو کچھ ان کی زبان سے نکلا تصنع کی بجائے حقیقت ہی حقیقت بن گیا۔ آج ہندوستان میں جو دو چار کسان سبھائیں نظر آرہی ہیں وہ اُنھیں دیہاتی گیتوں کا کرشمہ ہیں۔ میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ جس طرح بائیرن، شیکسپیر، شیلی، کیٹس وغیرہ کی شاعری نے یورپین تمدن اور ادب پر خاص طور سے اثر کیا۔ اسی طرح دیہاتی شاعری کا بھی ہندوستان کی موجودہ سیاسی جدوجہد میں خاص حصّہ ہے۔

جب ہمارے شعرا مشاعروں میں ''زلف و کاکل'' کی الجھنوں میں گرفتار تھے تو دیہات کی غریب ہستی تکلیف میں۔ چکّی پر اور کھلیان میں اپنی داستانِ غم سنا رہی تھی۔ لیکن ہمیں اتنی فرصت ہی تھی کہ ہم ان کی طرف متوجہ ہوتے۔ کاشتکاروں پر ظلم ہوتے تھے ان کی پکی ہوئی فصلیں زمینداروں کے حکم سے برباد کردی جاتی تھیں۔ لیکن ہمیں اس کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا۔ شاردا ایکٹ ابھی پاس ہوا ہے۔ لیکن دیہات کی غریب عورتیں بے جوڑ شادیوں پر برسوں سے فریاد کررہی تھیں چونکہ ان کی کوئی انجمن نہ تھی کوئی لیڈر نہ تھا اس لئے وہ اپنے دل کے پھپھولے گیتوں سے پھوڑتی تھیں۔ ہم ایک فرلانگ بھی چلتے ہیں تو ہمارے آرام و آسایش کے لئے تانگے اور موٹر موجود ہیں لیکن دیہاتی عورتیں ننگے پاؤں شدت کی گرمی اور لو کے جھکڑوں کا مقابلہ کرتی ہوئی ہشاش بشاش گاتی ہوئی میلوں چلی جاتی ہیں انھیں گیتوں سے ان کے سفر کی زحمت کچھ کم معلوم ہوتی ہے۔ ہم شہری تمدن کے مصنوعی ساز و سامان کے سہارے جیتے ہیں۔ لیکن وہ اس سے بے نیاز ہو کر قناعت اور فطرت کے آغوش میں اپنے دن ہنسی مسرت کے ساتھ گذار رہی ہیں۔

ساون کا مہینہ بڑا سہاونا ہوتا ہے۔ برادرانِ وطن کے کئی تیوہار بھی ساون

بھادوں میں ہوتے ہیں انھیں مہینوں میں میلوں کی بھی بہار ہوتی ہے۔ ادھر برکھا رت شروع ہوئی۔ ادھر لڑکیاں سسرال سے میکے جانے کے لئے تڑپنے لگتی ہیں۔ اگر میکے سے بلاوا آگیا تو خوش ہوتی ہیں۔ ورنہ دل ہی دل میں کڑھتی ہیں۔ اس موقعہ کا یہ گیت ہے

بھائی بہن کو بدا کرنے سسرال گیا چونکہ غریب تھا۔ اس وجہ سے وہ اپنی بہن اور سسرال والوں کے لئے کوئی تحفہ نہ لے جاسکا اس سے بہن کی ساس نند اور جیٹھانی منہ پھلا بیٹھیں اور اس کے بھائی کو الٹی سیدھی سنانے لگیں نوجوان بھائی کو اس پر غصہ آگیا اور بغیر بہن ہی کے گھر واپس چلا آیا۔ لڑکی کی ماں کو اس پر اپنے شوہر کی یاد آگئی۔ گیت ملاحظہ کیجئے۔

(۱) ساون مان۔ کس کامن جائیں بھادوں دوبیا ہری رے
میہیرا نیند کیسے آوے بیرن کو نہ پٹھا رے رے
بیرن آئے کچھ نہ لائے ساس نند گھر روٹھیں رے
جٹھانی بیرن بولی بولے بیرن چلے گھر آپن رے
اُنچوا چڑھ چڑھ میا نہارے موری ڈھیا دھوں کتنی دور رے
روٹھے پتوا۔ بھوکے ہیں گھروا۔ چھوٹے چاروں کہار رے
آؤ نہ پتوا مورے بیٹھو آنگن ماں کہو بہن کا حال رے
کیا کہی اپنی مائیں آگے کہت سنت دکھ لاگ رے
پو تو تم ہے کہوتے رووت بہن آئے چھانڑ رے
جو موری دھریا کے داؤل ہوتے ہنت کھلت لے آتیں رے

مطلب:۔ (لڑکی سسرال میں اپنے بھائی کا انتظار کر رہی ہے۔ اور دل میں سوچتی ہے) ساون آگیا۔ گھاس پوس اُگ آئے۔ بھادوں میں دوب ہری ہری ہوآئی۔ ہائے بیرحم ماں کو میرے بغیر کیسے نیند آتی ہے۔ جو اس نے بھائی کو اب تک مجھے بدا کرنے

کے لئے نہیں بھیجا۔ وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ بھائی آگیا۔ لیکن وہ اپنے ہمراہ کوئی تحفہ نہیں لایا۔ اس کی وجہ سے ساس اور نند روٹھ گئیں۔ بیرن جٹھانی (ہائے میں بیرن کا کیا ترجمہ کروں۔ بیرن کا لفظی ترجمہ دشمن ہے۔ لیکن "بیرن جٹھانی" کا وسیع و لطیف مفہوم خاص ہی کیفیت رکھتا ہے) ہاں تو بیرن جٹھانی طعنہ مارنے لگی جس سے میرے بھائی کو غصہ آگیا اور وہ گھر واپس چلا گیا۔ اُدھر میکہ میں اونچی جگہ پر کھڑی ہوئی ماں دیکھ رہی ہے۔ ماں تو غریب ہے اس کا اپنا کوئی محل نہیں۔ وہی ٹوٹا پھوٹا غربت زدہ گھاس پھوس کا جھونپڑا ہے لیکن وہاں سے وہ دور تک نہیں دیکھ سکتی۔ چنانچہ وہ گاؤں کے باہر کسی ٹیلے پر کھڑی ہوئی دُور کسی بنجر زمین کی طرف نظر دوڑا رہی ہے۔ اور سوچتی جاتی ہے اب میری بیٹی کتنی دُور ہوگی۔ لیکن یہ کیا۔ میرا بیٹا تو منہ پھلائے چلا آرہا ہے۔ گھوڑا بھوکا نظر آتا ہے۔ چاروں کہار خالی نظر آرہے ہیں۔ اتنے میں لڑکا گھر پر پہنچ گیا۔ ماں نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا "میرے لال! آؤ آنگن میں بیٹھو اور اپنی بہن کا حال بتاؤ۔ بیٹا جواب دیتا ہے۔ ماں تیرے سامنے کیا کہوں۔ بہن کا حال کہتے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ روداد سُن کر ماں غیرت سے تڑپ اٹھی اور اس نے کہا "بیٹا تم تو ناخلف ہو۔ کپوت ہو۔ ہائے روتی ہوئی بہن کو چھوڑ کر تم یہاں مجھے اپنا منہ دکھانے کیسے آ گئے۔ کاش آج "وہ" (شوہر) میری بیٹی کے باپ زندہ ہوتے تو میری بچی کو ہنسی خوشی گھر ضرور لاتے۔"

ہائے کتنا درد بھرا گیت ہے۔ گاؤں میں نہ جانے کتنے گھروں کی یہی حالت ہوتی ہے معلوم نہیں کتنے عرصہ سے مظلوم عورتیں اپنے گیت کھیتوں کھلیانوں اور گلی کوچوں میں سنا رہی ہیں۔ مگر نہ کوئی سُنتا ہے۔ اور اگر سنا بھی تو سمجھنے کی کوشش نہ کی۔ بلکہ ان گیتوں سے ہماری "سمع خراشی" ہوتی ہے اور ہم یہ کہہ کر اپنے دل کو تسکین دے لیتے ہیں "کمبخت کتنا شور مچاتی ہیں کوئی سے سُننے چاہے نہ سُنے مگر بکے چلی جا رہی ہیں۔"

(۲) ساون گھن گرجے کدھر کی گھٹا اونٹی برسے گمبھیر
ہمرے بلم پردیسیا بھیجت ہوئیں کونے دیس ساون گھر گرجے
جے گھر ہنگیا نہ مہکے۔ جیرا کا کون دھونگار
جے گھر ساسو دیورنیاں بہو کا کون سنگار۔ ساون گھر گرجے
کھس کا بنگلہ چھواتیوں۔ چوگمھ رکھیتوں دوار
ہری لیکے سونیوں اٹریا۔ جھونکوں آوت پیار۔ ساون گھر گرجے
اطلس لہنگا پہنیتوں چندری برنی نہ جائے
جھمک کے چڑھیتوں اٹریا چوگکھ دیا نابرائے ساون گھر گرجے

مطلب۔ ساون کا بادل گرج رہا ہے۔ ایک طرف گھٹا چھا رہی ہے برکھا رت آگئی (اس عالم میں عورت اپنے سرتاج کو جو پردیس میں ہے یاد کررہی ہے) ہائے میرے سرتاج! تم پردیس میں بھیگتے ہو گے۔ جس گھر میں ہینگ نہ ہو۔ اس گھر میں زیرہ کے بگھار سے کیا ہوگا۔ جس گھر میں بدمزاج ساس ہو اس گھر میں بھلا بہو کیسے سنگار کرسکتی ہے۔ آہ میرے مالک! اگر تم گھر پر ہوتے تو میں تمہارے لئے خس کا بنگلہ چھواتی جس میں چاروں طرف دروازے رکھتی جس سے ہوا کی لہریں آتی رہتیں میں آپ کے ساتھ کوٹھے پر آرام کرتی۔ اطلس کا لہنگا پہنتی اور ایسی چندری اوڑھتی جس کی تعریف نہیں کی جاسکتی۔ چاروں طرف دیپک جلادیتی اور میں جھمک (جھم) سے کوٹھے پر چڑھ جاتی"

ملاحظہ فرمایا آپ نے اسے کہتے ہیں فطرت کی شاعری۔ یہ ہیں نیچرل جذبات۔ ساون بھی ہے۔ گھٹا بھی ہے۔ برکھارت کی بہار ہے۔ ایسے موسم میں سرتاج کی یاد کیوں نہ آئے مگر وہ کہاں وہ تو پردیس میں ہیں۔ سچ تو ہے اگر ہینگ نہ ہو تو زیرہ کے بگھار سے کہیں سالن اچھا بن سکتا ہے۔ جب گھر میں بدمزاج ساس ہو تو بہو کس برتے پر سنگار کرے۔ وہ خیالی دنیا نہیں بناتی پھر بھی وہ دل رکھتی ہے۔ اور دل بھی ایسا جو پاک اور معصوم ہے۔

شوہر پردیس میں ہے وہ آ نہیں سکتا۔ وہ اپنے دل کو سمجھاتی ہے آخر اندرونی جذبات سے مجبور ہو کر وہ محلوں کا خواب دیکھنے لگتی ہے۔ شوہر کی یاد آتے ہی وہ بھول جاتی ہے کہ وہ غریب ہے۔ اس کا کوئی پُرسان حال نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ شوہر والی عورت شوہر کے ہوتے ہوئے اپنے کو دنیا بھر میں سب سے زیادہ خوش نصیب اور مالدار سمجھتی ہے۔ وہ اپنے شوہر کی یاد سے تقویت دیتی ہے وہ اس کے نام پر فخر کرتی ہے۔ اور اس کی یاد میں بے چین ہو کر پکار اٹھتی ہے "راجن! تم پردیس میں کیا کمانے گئے ہو۔ گھر آجاؤ۔ میں یہاں تمھارے آرام کے لئے خس کا بنگلہ بنوا دوں گی۔ میں دیہات کی رہنے والی ہوں میں حفظانِ صحت کے اصول سے بخوبی واقف ہوں۔ تم تو شہر کی کسی تنگ و تاریک گلی میں سانس لے رہے ہو گے۔ گھر آجاؤ میں خس کا بنگلہ بنواؤں گی جس میں روشنی اور ہوا کا کافی گذر ہو گا۔ جب اس خس کے بنگلہ میں آپ کے قدموں میں بیٹھوں گی تو چاروں طرف سے مستانی ہوائیں لہراتی ہوئی آئیں گی جس سے ہمارے دل کو سکون و راحت نصیب ہو گی اور ہاں تم ہی سے میری زینت ہے۔ تم ہی میرا سنگار ہو پھر بھی میں اس پریم ملاپ کے موقع پر اطلس کا لہنگا پہنوں گی (غریب دیہاتن گاڑھے اور کھدر سے بھی کئی قدم آگے بڑھ گئی ہے) اور چندری تو ایسی اوڑھوں گی کہ بس دیکھتے ہی بنے گی۔ اب کہاں تک تعریف کروں۔ یہاں آتو جاؤ پھر خود اپنی آنکھ سے دیکھ لینا اور جب رات کا سماں ہو گا اس بنگلہ میں چاروں طرف دیپک جلا دوں گی۔ چراغاں ہو جائے گا اور پھر میرے پریتم اس وقت تو تمہاری اس خادمہ کا مزاج آسمان پر ہو گا۔ اس وقت خوشی کی امنگ میں پریم رس سے متوالی ہو کر جھم سے اس بنگلہ کی چھت پر پہنچ جاؤں گی۔ کہو پریتم اس پریم ملاپ کے لئے کب آؤ گے۔

کوٹھو کے گیت

کونے کی جونیا تیلن دھنیاں لگا دے رے
کونے جونیا کوئل ری سیدھ سنا دے کہ کونے جونیا نا!
آدھی کی رنیا تیلن دھنیا لگا وے کہ پچھلی رنیا نا!
کوئل ری سیدھ سُن کے جاگے سانور گوریا بڑھنی لیکے نا
سندری انگنا بھوریں بڑھنیاں لے کے نا
سندری چلیں ساگر پینا گھٹلن لے کے نا
گھٹیلا بور بور دھن دھرلیں کر روا کے جوہے لاگے نا
پردیسی جی کی بٹیا کو جوہے لاگے نا

مطلب۔ کس وقت تیلن گھان لگاتی ہے (کوٹھو چلاتی ہے) اور کس وقت کوئل کوکتی ہے۔ آدھی رات کے وقت تیلن گھان لگاتی ہے اور پچھلی رات میں کوئل کوکتی ہے۔ کوئل کی آواز سُن کر سانولی سندری جاگ اُٹھی ہے اور جھاڑو دے کر آنگن صاف کرتی ہے۔ اور پھر کوڑا کرکٹ دور گھورے پر پھینک آتی ہے اس کے بعد گھڑا لے کر تالاب سے پانی بھرنے جاتی ہے۔ گھڑے بھر بھر کر کنارے پر رکھ دیتی ہے۔ اور جب چاروں طرف اجالا ہی اجالا ہو جاتا ہے تو انگڑائی لے کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور اپنے پردیسی شوہر کی راہ دیکھنے لگتی ہے۔

حفظانِ صحت کے متعلق کیا اس سے بڑھ کر مختصر الفاظ میں اور کوئی ہدایت دی جا سکتی ہے۔ کتنا اچھا اور سہاؤنا وقت ہوتا ہے جب ہمارے اُمرا اور نیچرل شاعری کی مانگ بلند کرنے والے شعرا خوابِ خرگوش میں پڑے سوتے ہیں تو دیہات کی دکھیا تیلن اُٹھ کر کوٹھو چلاتی ہے۔ اس وقت اس کے حال زار پر کوئل کو رحم آتا ہے۔ اور وہ کُوکنے لگتی ہے۔ ایسی حالت میں دیہات کی سگھڑ بہو بستر پر کیسے پڑی رہ سکتی ہے۔ چنانچہ کوئل آواز سنتے ہی

وہ بیدار ہوئی مشقت کی عادی اور محنت کی رسیا ہونے اٹھ گھر میں جھاڑو دی۔ آنگن صاف کیا۔ کوڑا کرکٹ یا گندگی کو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی گھر میں پڑا رہنے نہیں دے سکتی تھی چنانچہ وہ گھر کے سامنے ہی نہیں جیسا کہ عموماً ہمارے شہروں میں ہوتا ہے کہ ہماری "اُن" نے اگر تکلیف بھی اٹھائی اور کسی دن گھر میں جھاڑو دے بھی دی تو کوڑے کو یا تو آنگن ہی میں مرغیوں کے کھیلنے کے لئے پڑا رہنے دیں گی یا بہت مہربانی کی تو دروازہ کھولا اور چشم زدن میں کوڑا باہر پھینک دیا۔ اس وقت پردے کی وجہ سے یہ تکلیف اُٹھانے کی زحمت گوارا نہ کی جائیگی کہ ان کے گھر کی گندگی نے کسی مقطع صورت مولوی کی داڑھی کو خراب کیا یا کسی شریف مسافر یا کسی غریب نیچرل کے دامن میں جگہ پائی۔ ہاں تو وہ دیہاتی حسینہ گھر کا کوڑا کرکٹ گھر میں یا گھر کے سامنے ہی نہیں بلکہ گاؤں سے باہر دور گھورے پر گندگی کو پھینک آئے گی اور پھر گھڑا لے کر تالاب پر پانی بھرنے جائے گی۔ اشنان کرے گی اور جب تمام کاموں سے فراغت پائے گی۔ تب اس کو شوہر کی یاد آتی ہے اور وہ حسرت بھری نظروں سے چاروں طرف اپنے دل کی دنیا کو تلاش کرنے لگتی ہے۔ مگر آہ اس کا شوہر تو پردیس میں ہے۔ دیہاتیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ سورج نکلنے سے پہلے گھر میں جھاڑو دینے سے لکشمی (دولت کی دیوی) کا راج ہوتا ہے۔

Early to Bed & early to rise
Makes a man healthy wealthy & wise

(جلدی سونا اور جلدی اٹھنا انسان کو تندرست، دولت مند اور عقلمند بناتا ہے)

یہاں پر غور طلب بات یہ ہے کہ کسی فلسفی یا کالج کے تعلیم یافتہ انسان کی شاعری نہیں ہے بلکہ ایک غیر تعلیم یافتہ دیہاتی شاعرہ کے جذبات کا آئینہ ہے۔ حیرت ناک بات یہ ہے کہ وہ زندگی کے ان حقایق اور لطیف ترین اسرار اور تمدن کے اصول

سے کیونکر واقف ہے۔ یہ قدرتی شاعری کا فیض ہے جس نے ہر شے کے رخ سے حجابات کے پردوں کو اٹھا دیا۔

امواں مہلیا وھن پیڑ جو ہے بیچ راہ پری
پوچھے لاگے باٹ کی بٹوہیا اکیلی دھن کاہے کھڑی
کی ری توہیں ساس وسسر دکھ ناہن نیہر دور بسے
بہنی نیرا بلم پردیس توہے کا کہہ گئے
بھیا دے گئے چندن چرخا اٹھائے گج اوبیر
بھیا چوک لاگے کیوں تیل ہر پون سیندور

راما نوتر ٹھاڑی ایک تھریا منے ماں ڈگ بھری
بھیا چلے جاؤ باٹ کے بٹوہیا ہمری توہی کاہ پری
بھیا ہمرا بلم پردیس من تاں بروگ بھری
بھیا دے گئے کیوں تیل ہر پون سینڈور
بھیا دے گئے اپنی دو ہیا ست جن ڈوے
بھیا گھن لاگے چندن چرخوا ڈھ گئے گج اوبیر

مطلب: آم اور مہوے کے گھنے درختوں کے درمیان جو راستہ ہے۔ وہاں ایک عورت کھڑی ہے اس کا جی بہت اداس ہے۔ راہ چلنے والوں نے اس سے پوچھا "کیا تم کو ساس اور سسر دکھ دیتے ہیں۔ کیا تمھارا میکہ یہاں سے بہت دُور ہے۔ عورت نے کہا مجھے ساس و سسر کوئی تکلیف نہیں دیتے۔ میرا میکہ بھی یہاں سے بہت دور نہیں ہے۔ بھیا اصل بات یہ ہے کہ میرے سرتاج پردیس گئے ہیں، میں اداس کھڑی ہوں، ایک مسافر نے کہا" بہن کیا تیرا شوہر پردیس جاتے وقت کچھ کہہ نہیں گیا۔ عورت نے جواب دیا۔ بھیا میرا شوہر مجھے کپوں میں تیل اور "سیندورے" (سیندور رکھنے کا برتن) میں سیندور بھر کر دے گئے تھے۔ چندن کا چرخا اور رہنے کے لئے ایک کوٹھری بنوا گئے تھے۔ اپنی قسم دے گئے تھے کہ ہمیشہ سچائی کی راہ پر رہنا۔ آہ! ان کو پردیس گئے اتنے دن ہو گئے کہ کپوں کا تیل اور سیندورے کا سیندور ختم ہو گیا۔ چرخے میں گھن لگ گیا۔ کوٹھری گرنے والی ہے۔ بھیا میری عمر بھی ختم ہونے کو آگئی۔ لیکن میرا سرتاج اب تک پردیس سے نہیں آیا۔

مور کوڑی کے لو بھی پھر و گھر کو

بہریا کے بیر توہیں برجوں ہو نہیکا ہم کا گیں لیجائے
گنٹھیا جوڑ تور بردے لادیے کہ ڈروا پہ بھوجن بنائے
اوپرے سے چھورییسے گھینا کہ دھریا کے پنجرن جھلبی بیا
جو دھن ہوتیوں بیلیا کا پھلوا لیتیوں پگڑیا کی بیچ
تو دھن آہی باری بلیوا کہ ہنس سگھائی کے لوگ
بہریا کے بیر توہیں برجوں نالگوا کہ اُتر کج جن جاؤ
اُتر کا پنیاں بہربس ماہر لاگی کر جوان دھائے
پتیا پیت سوامی لومریا باہم دھن ہوبے اناتھ
دنتوا کٹائے پیا گٹھوا اٹوبے چھتیا کا بجرکوار
دونوں نین ہٹیا لگوئے گھر کہ دروج گار
انوری باتوری کے کوٹھوا سے میکا بیل بہیر جاٹھ
جٹھیا کے اوپر ڈھکوا اُپھکے ویسے پھکے جیا مورہ
آدھی کی رات بنیم ڈھو نکے کند ھلیا کی چھتیا کو کہی مو
چٹکی کاٹ چھوٹی نندی جگادے تو بنجروا بیچ جائے
جیکرا و بج بنجریا رے نیکا او گھتا رن جوئے
تے کا ہے جہین بیہ بج بدلیسوا گھرہی سوائیں ہوئے
مور کوڑی کا لوبھی پھرو گھر کو

مطلب ۔ شوہر بہت لالچی ہے وہ دولت جمع کرنے کی فکر میں اپنی عورت کو بھول گیا ہے) عورت کہتی ہے اے کوڑی جمع کرنے کے لالچی شوہر گھر واپس آجاؤ۔

میرے راجہ میں تم سے بار بار کہتی ہوں کہ میرا کہنا مان لو اگر نہیں مانتے تو مجھے بھی اپنے ساتھ پردیس لے چلو۔ میں تمھارے بغیر نہیں رہ سکتی۔

ہاتھ سے پکڑ کر میں تمھارا بیل لدواؤں گی اور ڈیرہ پر کھانا پکاؤں گی شوہر نے کہا" اے میری پیاری بیوی اگر تم بیلا کا پھول ہوتیں تو میں تمھیں پگڑی کے بیچ میں رکھ لیتا۔ مگر تم نوجوان سندری ہو۔ تم کو میرے ساتھی دیکھ کر میرے ساتھ ہنسیں گے۔

اے میرے سرتاج میں نے تم کو بار بار روکا کہ بیوپار کرنے کے لئے اُتر کی طرف نہ جاؤ۔ اُتر کا پانی زہر کی طرح نقصان دہ ہے وہ کلیجہ میں لگتا ہے آہ اگر تم کو اتر کا پانی پی کر کچھ ہو گیا تو میں بیوہ ہو جاؤں گی۔ میرے راجن میں اپنے دانت کٹوا کر کوٹھا بنواؤں گی۔ اس میں اپنی چھاتی کا کواڑ لگاؤں گی۔ دونوں آنکھوں کے درمیان بازار رہے گی۔ تم گھر ہی میں بیوپار کرو۔

میرے پیارے! "بالوزری" (ایک پیڑ کا نام) کے کولھو میں بیل یا ببول کی جاٹھ ہو۔ اس پر جیسے جیسے ڈھنکوا پھنکتا (روتا) ہے ویسے ہی میرا کلیجہ فریاد کرتا ہے (عورت نے بہت سمجھایا مگر شوہر نے نہ مانا) آدھی رات ہونے پر شوہر نے "کندھیلی" بیل پر لادے جانے والی بوری) اٹھوئی اس وقت میری چھاتی دہل اُٹھی۔ میری چھوٹی نند نے مجھے چٹکی لے کر جگایا اور کہا "تمھارا بنجارا جا رہا ہے۔ میرے سرتاج! جس کی نظر بلند ہو جس کے گھر میں خاندان کا نام روشن کرنے والی عورت ہو وہ بیوپار کرنے کے لئے پردیس کیوں جائے اسے تو گھر ہی میں ایک میں نَو کا منافع ہو جاتا ہے

آج کے گیا! بھونرا کہیا لے لوٹیے کنک و نارے

جو ہوں تو ری بٹیا کنک ونارے

گنت گنت موری اُنگلی بھی کھیانی چتوت رے مورے

نینوا ڈھرے آنسوا کے چرنت رے

ایک بن گئی بیں دوسرا بن گئی ہیں تیسرے بنارے

ملے گروا چرُوا ہو تیسرے بنارے

گوروا چروا ہو تو ہیں موربھیّا کہتوں دیکھے رے

موربھنورا پردیس کہتوں دیکھی رے

مطلب۔ اے بھونرا (شوہر) آج کے گئے تم پردیس سے کب لوٹو گے۔ کب تک میں تمہارا راستہ دیکھتی رہوں۔

دن گنتے گنتے تو میری اُنگلیاں گھِس گئیں راہ دیکھتے دیکھتے میری آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری تھا۔

شوہر کی تلاش میں عورت ایک جنگل دوسرا جنگل اور پھر تیسرے جنگل میں پہنچی وہاں اُسے کچھ چرواہے ملے۔ ان سے فرقت زدہ عورت نے پوچھا۔ اے مویشی

چرانے والو! تم تو میرے بھائی ہو۔ بتاؤ تو سہی تم نے میرے سرتاج کو کہیں دیکھا ہے۔

(۷) ایک پھول پھولے کھڑی دوپہریا دوسرا پھول پھولے آدھی رات - ہوگوریا
پُھلوا بن بن میں رس گرایوں ہووا بھر رس ہوئے - ہوگوریا
وا ہی رس کا میں چُنری رنگایوں - چنری بھئی رنگوار - ہوگوریا
چُنری پہن میں سووُں اوسروا - پیو کا من للچائے - ہوگوریا
چور کی نیاّ پیا ٹک ٹک آویں جیکر میں باری بیاہی - ہوگوریا

مطلب :- کوئی پھول ٹھیک دوپہر کو اور کوئی آدھی رات کو پھولتا ہے۔ میں نے بہت سے پھول چُن کر ان کا رس نکالا۔ اس سے ایک ناند بھر گئی اور میں نے اس میں اپنی چُنری رنگی جس سے وہ بہت دلکش معلوم ہونے لگی۔ میں جب اس رنگیلی چنری کو پہن کر برآمدہ میں آرام کرنے کے لیے لیٹی تو میرے سرتاج ! کا دل للچا اٹھا۔ وہ میرے پاس چوروں کی طرح چُھپ کر آئے (بزرگوں کا لحاظ ضروری ہے) میں نئی بیاہی تھی نہ ؟

دیہات میں پہلے رنگ کون خریدتا تھا جنگلی ٹیسو وغیرہ کے پھولوں سے وہ اپنے کپڑے رنگ لیتے تھے اور فخر کرتے تھے۔

(۸) ہریا کے بیر تو ہیں برجوں کہ میوا	منگوں اکھڑیا جن بوؤں لالنواں
چار مہینہ گرمی کھیلتے کھرنیوا	جڑوا بتاویں کولھواریاں ہولالنواں
سولھو سنگار کر کے گئی کولھواروا اں	گرمی لگانے پت ارواں ہولالنواں
پیاں میں لاگوں بھیا بروا تلنگیا	بیلا تڑائے گھر آؤ ہو لالنواں
سلوا تو ہمرا کرمن بلوا تبسروا	کیسے کے تڑائے گھر آون ہولالنواں
ٹے ڈھنگواں پھٹے کپسروا	ہردی اوڑرے آوتیں ہولالنواں
کولھو تورا ٹوٹے جاٹھ توری پھاٹے	رس بہ لاگے پودرواں ہولالنواں

مطلب۔ (کرمی کا شوہر نہایت لاپروا ہے۔ وہ اپنے بیوپار میں اپنی نئی نویلی دلہن کا بھی کچھ خیال نہیں کرتا۔ بیوی سے بھی بات کرنے کی بھی اُسے فرصت نہیں ہے اس پر دیہاتی شاعرہ کرمن کے جذبات کا یوں اظہار کرتی ہے) اے۔ کرمی! میں کئی بار تب تم سے کہہ چکی ہوں کہ ایکھ مت بو۔ چار مہینے تو تم کھیت کھلیان میں رہتے ہو اور جاڑے بھر "کوٹھوار" (جہاں کولھو چلتا ہے) میں دن گذار دیتے ہو۔

ایک مرتبہ کرمن نے سولہ سنگار کیا۔ اور کرمی سے ملنے "کوٹھوار" پہنچ گئی کرمی اپنی بیوی کو دیکھ کر کہیں پتّوں میں چھپ گیا۔ کولھوار میں صرف بیل رہ گیا۔ کرمن اداس ہو کر بیل ہی سے مخاطب ہوگئی۔ اے بیل بھیّا! تمھارے پاؤں پڑتی ہوں۔ تم اپنا سیلا توڑ کر گھر چلو تاکہ تمھیں پکڑنے کے لئے میرے سوامی کو مجبوراً گھر آنا پڑے۔

بیل نے جواب دیا! اے کرمن میرا سیلا تو مضبوط ببول کی لکڑی کا بنا ہوا ہے اسے کیسے توڑ کر گھر آؤں (یہ سُن کر کرمن دل ہی دل میں کہنے لگی) یہ ڈھنکوا ٹوٹ جاتا جس سے کرمی کے سر میں چوٹ لگتی۔ تب وہ ہلدی لگانے کو گھر ضرور آتا (پھر جھنجھلا کر کہتی ہے) تیرا کولھو ٹوٹ جائے۔ تیری ایکھ کا رس بہہ جائے۔

اس گیت میں کولھو کے متعلق کئی الفاظ آ گئے ہیں "کولھوار" (جہاں کولھو چلتا ہے) پتّا اور (وہ جگہ جہاں بھٹی جھونکنے کے لئے سوکھے پتّے جمع رہتے ہیں) سیلہ (ایک لکڑی جو بیل کی گردن کو قابو میں رکھتی ہے) ڈھینکوا (وہ لکڑی جو کولھو کے بیچ میں کھڑی لکڑی کے نوکدار سِرے سے لگی رہتی ہے۔ کبھی چھوٹ کر گرتی ہے تو کولھو چلانے والے کے سر کو زخمی کر دیتی ہے) یہاں تک تو کولھو کے متعلق ہوا۔ اب ذرا اس درد انگیز گیت پر ایک گہری نظر ڈالئے۔ کرمی بارہ مہینے کاشتکاری ہی کے بکھیڑ میں رہتا ہے۔ ایکھ کی کھیتی کرنا آسان نہیں۔ پورا سال لگ جاتا ہے۔

کرمن بہت روکتی ہے کہ ایک کی کھیتی نہ کرو مگر کرمی نہیں مانتا جب کرمن کے لئے شوہر کی جدائی ناقابلِ برداشت ہوگئی تو وہ ایک دن بن ٹھن کر شوہر سے ملنے گئی۔ مگر کرمی بٹوارے میں چھپ گیا۔ اس کو اپنی عورت سے ملنے اور بات چیت کرنے کی فرصت نہ تھی۔ غریب دیہاتن کرمن کی عقل ہی کتنی۔ اس کو شوہر کو بس میں کرنے کی چالیں کیا معلوم؟ وہ بیل ہی سے خوشامد کرنے لگی۔ تم سیلا توڑ کر بھاگ جاؤ۔ بیل نے اپنی مجبوری ظاہر کی تو ڈھنکوا کے ٹوٹنے کی دعائیں مانگنے لگی۔ اس طریقہ سے شاید سوامی اپنی چوٹ پر ہلدی لگوانے گھر آئیں۔

ناظرین! ذرا اس کرمن کے دل کی تمناؤں کا خیال کیجئے۔

کولھو کے گیت نہایت پُراثر ہوتے ہیں۔ دیہات میں کبھی پتھر کے کولھو چلتے تھے۔ رات کے تیسرے پہر ہی سے ایکھ کی پلائی شروع ہو جاتی تھی۔ کولھو چلانے والے بیل کے پیچھے والی لمبی لکڑی پر جو "کاٹھ" کہلاتی تھی بیٹھ کر جاڑے کی لمبی اور سرد رات کے سناٹے میں بڑے دلگداز گیت گاتے تھے۔ مگر اب تو لوہے کے کولھو چل پڑے ہیں بلکہ اب تو شکر فیکٹریوں کے سامنے لوہے کے کولھو کو بھی کوئی نہیں پوچھتا۔ جہاں لوہے کے کولھو چلتے ہیں وہاں ہانکنے والوں کو بیلوں کے پیچھے پیچھے پیدل چلنا پڑتا ہے۔ اس سے دن ہو یا رات ہر وقت کولھو چلایا جا سکتا ہے۔ اس لئے رات کے وہ گیت ہی ختم ہو گئے۔ میں نے بڑی مشکل سے ان گیتوں کو جمع کیا ہے۔ تیلی بھی کچھ گیت گا لیتے تھے وہ بھی اب آہستہ آہستہ ان کو بھولتے جا رہے ہیں۔ اب تو وہ بھی "گجل" (غزل) گا لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے ایکھ اور تیل پیلنے والے دونوں طرح کے گیتوں کا خاتمہ ہوتا جا رہا ہے۔

مختلف دیہاتی گیت

جو میں جنیتوں اے لونگیا اتنی مہکیو — لونگ رے رنگیتوں چھیلوا کا پاگ لپڑا ایں گمگت
اے ری اے ری کاری بدریا توہیں مور باورر — باورجائی برسے واہی دیس جہاں چھائے
باؤ بہے پروَیا نہ پچھواں جھکو رے — بھنی دیو کیوڑوا ٹھٹکائے سوؤں سکھ نیندر
کے توہیں لکری بلریا سسر سب سوئے — کے توہیں سسر پہریا کوریا بھڑکاؤ
تاہم کو کر بلیہ یا نا سا سسر پہریا — دھن! ہم آہیں تہرا ایکوا بدریا بلائس
آدھی رات بیت گئی بتیاں نیاں کی رت چتیاں — بارہ برس کا سہینا جو رت مُرغ بولے
توہیں میں مُرغ کا توڑ گرٹیا ماردیہوں — مُرغ کا ہے کیو بھنا دنہ پیا ہی نبا یا یو
کا ہے کی اے رانی تورہیو تھو رگٹیا مورہیو — رانی ہوئی گئی دھر مورن کی جوں بھورہو بولئی

مطلب۔ اے لونگ اگر میں جانتی کہ تم اتنا مہکتی ہو تو میں اپنے شوقین شوہر کی پگڑی تمہارے پھولوں سے رنگتی۔ جس سے وہ شہر میں جس طرف نکلتے مہکتے۔

اے کالی گھٹا تم میری گھٹا ہو۔ اے بادلوں جا کر برسو جہاں میرے شوہر ہوں۔ پُروا ہوا چل رہی ہے۔ کبھی کبھی پچھم کی ہوا بھی جھکورے لینے لگتی ہے۔ اے ننددجی تم کواڑ بند کر دینا میں سکھ کی نیند سوؤں گی۔

یہ کیا؟ تم کہتے ہو میرے سسر جی کے پہرہ دار ہو۔ سارا شہر تو سو رہا ہے۔ تم کون ہو جو میرا کواڑ کھٹکھٹا رہے ہو؟ کیا کوئی کتا ہے یا بلی۔

نہ میں کتا ہوں نہ بلی اور نہ میں تمہارے سسر کا پہرہ دار ہوں۔ اے پیاری میں تو تمہارا شوہر ہوں۔ یہ برسات کی گھٹا مجھے پردیس سے بلا لائی ہے۔

آہ آدھی رات باتوں ہی باتوں میں بیت گئی۔ بارہ برس کے بعد جو پریم ملاپ ہوا تو باتوں ہی باتوں میں ساری رات گذر گئی۔ اور مرغ سحر بولنے لگا۔

مرغ کی بانگ سن کر عورت نے جل کر کہا۔ اے مرغ خاموش ہو جا ورنہ میں تیری چونچ تڑوا دوں گی۔ گردن مروڑ دوں گی تم نے اپنی آواز سے میرے شوہر کو یہ کیوں بتا دیا کہ صبح ہوگئی۔ شوہر نے کہا اے رانی! بیچارے مرغ کی چونچ کیوں توڑوگی۔ اس کی گردن کیوں مروڑوگی۔ اے رانی! اس نے اسی وجہ سے تو بانگ دی ہے کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ صبح ہوگئی اور اب خدا کی عبادت کا وقت ہوگیا۔

کتنا دلگداز و پرکیف گیت ہے۔ جاہل دیہاتیوں کے گیتوں میں خیالات کی پاکیزگی اپنا جواب نہیں رکھتی۔ اس موقع پر مجھے ہندی کا یہ مشہور دوہا یاد آگیا۔ جو اس دیہاتی گیت کا ترجمان ہے۔ یہ میری کتاب "ہندی شاعری" سے ماخوذ ہے۔

سجن سکارے جائیں گے نین مریں گے روئے
بدھنا ایسی کیجیو بھور کبھو نہ ہوئے

مطلب۔ صبح ہوتے ہی میرے شوہر پردیس چلے جائیں گے۔ آنکھیں روتے روتے اپنی روشنی کھو دیں گی۔ اے پروردگار! تو اپنی قدرت کا تماشا دکھا دے۔ وہ یہ کہ کبھی صبح ہونیکی نوبت ہی نہ آئے۔ (ہمیشہ رات رہے نہ صبح ہوگی نہ میرے شوہر پردیس جائینگے۔

کی موہے راما اموا بھانے۔ کی گئے بٹیا بھلائے ۔۔۔ کب سے رسوئی لئے میں بیٹھوں جو ہوں میں اک ٹک راہ
دلہن رانی! نہ اموا بھائے نہ گیوں بٹیا بھلائے ۔۔۔ بابا کے بگیا کوئل اک بولے سبد سنے ٹھار
چھیا لکھ بیٹھیں دلہن دیہو کوئل ری دئی کے ہاتھ ۔۔۔ تن اک بولیا تو رینیو کوئل ری پربھو موہے چھوکے ٹھاڑ
چھیا اک لکھ بیٹھیں کوئل ری دیہو دلہن کے ہاتھ ۔۔۔ ایسی بولیا توں بول کہ دلہن ڈلہے نہ لیتو بل ماگے

مطلب:۔ (شوہر کو گھر آنے میں کچھ دیر ہوگئی۔ عورت نے کہا) اے پریتم! کیا تم آم پر لبھا گئے تھے۔ یا گھر کا راستہ بھول گئے تھے۔ میں بڑی دیر سے بھوجن لیے تمہاری راہ دیکھ رہی ہوں۔ شوہر نے کہا اے میری پیاری رانی! نہ مجھے آم اچھا معلوم ہوا اور نہ میں راستہ ہی بھول گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ میرے بابا کے باغ میں ایک کوئل

کوک رہی ہے۔ میں اسی کی پیاری بولی سُننے کے لئے کھڑا ہوگیا تھا۔ اس پر عورت نے کوئل کے پاس ایک خط بھیجا اور لکھا کہ اے کوئل رانی! تم تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو جاؤ۔ میرے پران ناتھ! کھانا کھانے بیٹھے ہیں۔ کوئل نے جواب میں لکھا کہ اے دُلہن رانی! تم خود میری طرح سے میٹھے بول بول کر اپنے شوہر کو کیوں اپنے بس میں نہیں کر لیتی ہو۔

کوئل کے لکھنے پڑھنے کو نظر انداز کر کے عورتوں کے لئے دیہاتی شاعرہ نے جو درس دیا ہے وہ قابل تعریف ہے۔

سدھیا نہ کینہو راجہ ہمرے سرت کی ۔۔۔ اپوا تو جائے کے بدیسوا میں چھائے
پتیا نہ بھیجے راجہ ہمرے نہ من کی ۔۔۔ جو سُدھ آوے راجہ تمہرے سُرت کی
آنسو بہیں جیسے ندیا ساون کی

مطلب۔ اے میرے پیارے شوہر! تم نے میری سُدھ نہ لی۔

تم نے تو پردیس میں اپنا گھر بنایا۔ مگر میرے دل کا حال جاننے کے لئے تم نے کوئی خط نہ لکھا۔ اے راجہ! تمہاری یاد آتے ہی میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگتے ہیں۔ گویا ساون کی ندی جاری ہوگئی۔

تنبو گرائے کہاں جابو ہو کیا لگہیں ٹرکان ۔۔۔ کاہے لگاؤ بہروا لگا ئیتیوں آم
امرت کرتا بھوجنیا ہو بھجتا ہری رام ۔۔۔ پریم باگ ناہیں بورے ہو پریم نام ٹابکائے
پریم نگری ہٹیا ہو ہیرا رتن بکائے ۔۔۔ چتر چتر سوداگر گئے ہو مورکھ ٹھاڑ پچھتائے

مطلب۔ گھر اُجاڑ کر کہاں جاؤ گے؟ کہاں ٹھکانا ملے گا۔ تم نے ببول کیوں لگایا آم لگاتے تو امرت ایسا پھل کھاتے اور خدا کی عبادت کرتے۔ پریم باغ میں نہیں بھولنا۔ پریم بازار میں نہیں بکنا۔ بغیر پریم کے انسان کا دل اندھیری رات کی طرح تاریک ہے۔ پریم نگر کے بازار میں ہیرا رتن بکتا ہے۔ ہوشیار جو ہیں وہ اچھا سودا خرید رہے ہیں۔ بیوقوف کھڑے پچھتا رہے ہیں۔

مضمون طویل ہوتا جاتا ہے" رات تھوڑی ہے۔ داستان بہت" میری غیر معمولی عدیم الفرصتی نے مجھے کسی لائق نہ رکھا۔ کبھی دوسروں کے افسانے لکھتا تھا۔ اب میں خود مجسم افسانہ بن گیا ہوں میرے احباب خصوصاً برادر محترم مولانا رازق الخیری وحضرت ساغر نظامی کا خدا بھلا کرے جن کی عزت افزائی سے دیہاتی گیتوں کا یہ مضمون مکمل ہو سکا۔ چنانچہ "تعریف و توصیف بحق جملہ احباب محفوظ ہے"

ہاں تو چلتے چلتے دو چار میلے کے گیت بھی سُن لیجئے۔

دیہات میں میلے بہت ہوتے ہیں اور ان میلوں میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اکیلی چلنا انھیں اچھا نہیں لگتا وہ جہاں بھی جائیں گی دو چار "گوئیاں" ضرور ساتھ رہیں گی۔ اور بھی جہاں دو چار "گوئیاں" ہوئیں یہ ناممکن ہے کہ وہ گیت نہ گائیں ان کی پیاری آواز سریلی تان کا آپ نے کبھی میلوں میں ضرور لطف اُٹھایا ہوگا چاہے سمجھ میں خاک پتھر نہ آیا ہو۔ ان گیتوں کے متعلق یہ خاص بات ہے کہ جس موقع یا محل کے گیت ہیں انھیں پر ان کی لے یا تان کا انحصار ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کھیت نراتے وقت کے گیت ہوں گے تو کھڑے ہو کر گانے میں ان کی لے قائم نہیں رہ سکتی اس طرح جو گیت میلے میں گائے جاتے ہیں وہ ایسے ہیں کہ چلنے میں لہرا لہرا کر گانے سے ان کی لطافت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

جاؤ گے ہم جانی! من! تم جاؤ گے ہم جانی ‏ چار سکھی مِل چلہیں بجار ایک سے ایک سیانی
سوداگری من نہ بھائی اُٹھو بات پچھتانی ‏ راج کرنتے راجہ جیہیں کملا پت سی رانی
بید پڑھنتے برہمنا جیہیں جوگ کرنتی گیانی ‏ سورج جیہیں چندا جیہیں پون اور پانی
ایک بیر دھرتی چل جیہیں ہوئی ہے بات پرانی ‏ چار جنن کا بنو پنجرا جامیں دست پرانی
آویں گے لوگ دیکھنا ڈوب جائیں بن پانی

مطلب۔ اے روح! اے جان تو چلی جائے گی میں جانتی ہوں۔ چار سکھیاں

مل کر بازار چلیں ان میں ایک سے ایک بڑھ کر عقلمند ہیں۔ انھوں نے کچھ سودا خریدا مگر پسند نہ آیا۔ اتنے میں بازار اٹھ گیا۔ اور پچھتانے لگیں۔ راج کرتے ہوئے راجہ کملاوتی سی رانی اور وید پڑھتے ہوئے برہمن۔ عبادت کرتے ہوئے خدا پرست غرضیکہ سب چلے جائیں گے۔ سورج چاند ہوا اور پانی کا بھی نشان نہ رہے گا۔ ایک مرتبہ زمین بھی ہل جائیگی جیسے ہمیشہ ہوتا آیا ہے ویسا ہی پھر ہوگا۔ چار عناصر سے ایک پنجرا بنا ہے جس میں ایک قدیم چیز رکھی ہے وہ بغیر پانی ہی کے ڈوب جائیگی۔

اس دیہاتی گیت کی کیا تعریف کروں کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ کی کتنی پیاری تفسیر ہے اس گیت کی مکمل تشریح کے لئے کئی صفحات بھی ناکافی سمجھتا ہوں میں نے لفظی ترجمہ کر دیا ہے نکات آپ کے ذوق پر چھوڑتا ہوں۔

بگڑی پر بھونا نھ تو ہیں بن ٹھری نیہر مان جو بیرن ہوتے اُنھیں کا کر تیوں آس
سسرے مان جو دیور ہوتے انھیں کی کرتیوں آس در و جوا پہ جو اک رُکھ ہوتیو تو میں ہوتی ٹھاڑ

مطلب۔ (ایک بیوہ فریاد کر رہی ہے) اے سوامی تمھارے بغیر میری قسمت بگڑ گئی میکے میں اگر بھائی یا سسرال میں دیور ہوتے تو انھیں کی آس رکھتی۔ آہ اگر میرے دروازے پر ایک پیڑ بھی ہوتا تو میں اس کے نیچے کھڑی ہوا کرتی۔ افسوس دنیا میں میرا کہیں ٹھکانا نہیں۔

بیوہ مجسم محشر جذبات ہے۔ خصوصاً ہندوستان کی بیوہ درد و غم کی تصویر ہے دیہاتی شاعرہ جس نے دیہات کے ہر شعبے پر غائر نظر ڈالی ہے جو غریبوں اور دکھیاریوں کی سچی ہمدرد ہے۔ وہ بیوہ کے حال زار پر کیوں آنسو نہ بہاتی۔ چنانچہ مختصر الفاظ میں اس نے مظلوم بیوہ کے جذبات کی جو سچی ترجمانی کی ہے وہ مستغنی از تعریف ہے۔

کاغذ کی گرانی کی وجہ سے کتابوں کی قیمت قریباً پانچ آنے فی روپیہ بڑھ گئی ہے

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی تصانیف

تاریخ و سیرت

آمنہ کا لال	عہ
سیدہ کا لال	۱۲ عہ
الزہرا	عہ
نوبت پنج روزہ یا وداعِ ظفر	مہ
وداعِ خاتون	۵ر
ایمن کا دمِ واپسیں	۴ر
دلی کی آخری بہار	عہ
بزمِ رفتگاں (باتصویر)	۱۰ر
داستانِ پارینہ	۱۲ر
اُمت کی مائیں	۱۲ر

مذہبی مضامین

احکامِ نسواں	عہ
محسنِ حقیقی	۶ر
دُعائیں	۸ر
قرآنی قصے	عہ
نیوراسلام	مہ

نظموں کے مجموعے

روداد قفس	۱۲ر
گرفتارِ قفس	۴ر

سیاسی صحافی سیاسی مضامین

شہیدِ مغرب	عہ
یادگارِ شملہ	۶ر
عالمِ خیال	۸ر
سیاحتِ ہند	عہ

اصلاحی معاشرتی ناول

حیاتِ صالحہ	عہ
منازل السائرہ مکمل	ٹکہ
صبحِ زندگی	مہ
شامِ زندگی	عہ
شبِ زندگی دو حصے	ٹکہ
نوحۂ زندگی	۱۲ر
طوفانِ حیات	عہ
جوہرِ قدامت	عہ
سمرنا کا چاند	۱۲ عہ

اسلامی تاریخ بطرزِ ناول

ماہِ عجم	عہ
عروسِ کربلا	۱۲ عہ
یاسمینِ شام	۴ عہ
محبوبۂ خداوند	۱۲ر
تیغِ کمال	عہ
شہنشاہ کا فیصلہ	۴ر
منتظرِ طرابلس	۵ر
شاہین و دُرّاج	۸ر
نیم شہسوار	۸ر
آفتابِ دمشق	عہ
اندلس کی شہزادی	۸ر

حضرت علامہ راشد الخیری طاب ثراہ کی ان تصانیف کا اور دیگر مطبوعاتِ عصمت کی مفصل اشتہار فہرست کتب طلب فرما کر ملاحظہ کیجئے۔

مختصر افسانوں کے مجموعے

جوہرِ عصمت	مہ
سیلابِ اشک (باتصویر)	عہ
طوفانِ اشک	عہ
قطراتِ اشک	۴ عہ
خدائی راج (آخری افسانہ)	عہ
نسوانی زندگی	۸ر
گلدستۂ عید	۸ر
گوہرِ مقصود	۶ر
گردابِ حیات	عہ
بساطِ حیات	۶ر
حور اور انسان	۱۲ر
نشیب و فراز	۴ر

مضامین کے متفرق مجموعے

عروسِ مشرق	۱۰ر
گدڑی میں لعل	۴ عہ
مسلمان عورت کے حقوق	۱۲ر
نالۂ زار	۱۲ر
بلبلِ بیمار	۱۰ر
ساجن موہنی	۴ر
شادی کا انتخاب	۸ر
فریبِ ہستی	۶ر
بے فکری کا آخری دن	۴ر
چمنستانِ مغرب	عہ
بکھری ہوئی پتیاں	۶ عہ

لڑکیوں کا نصاب زیرِ طبع

اصلاحی معاشرتی افسانے

بنت الوقت	۸ر
سرابِ مغرب	۸ر
فسانۂ سعید	۸ر
سودائے نقد	۵ر
تحفۂ شیطانی	۱۲ر
سات روحوں کے اعمالنامے	۸ر
غدر کی ماری شہزادیاں	۱۲ر
ستونتی	۸ر
سنجوگ	۱۰ر
سوکن کا جلاپا	۵ر
مودودہ	۸ر
تفسیرِ عصمت	۵ر
انگوٹھی کا راز	۶ر
منازلِ ترقی	۴ر
بچہ کا کرتہ	۴ر
ویڈیا کی سرگذشت	۶ر
چہارِ عالم	۴ر

مذاحیہ افسانے

نانی عشو	۱۰ر
ولایتی ننھی	۶ر
دادا لال بجھکڑ	۸ر

ادبِ لطیف و انشا

قلبِ حزیں	۸ر
لڑکیوں کی انشا	۱۲ر
مسلی ہوئی پتیاں	۶ر

ملنے کا پتہ عصمت بک ڈپو دہلی

محصول ڈاک بذمہ خریدار

سیّدہ رضؓ کی بیٹی

حضرت زینب کبریٰؓ کی مفصل مکمل اور جامع سوانح عمری جو رازق الخیری صاحب
کی کئی سال کی تحقیق وتلاش اور محنت وجانفشانی کا نتیجہ ہے۔ یہ حالاتِ زندگی رسولِ اکرمؐ کی
اُس لاڈلی کے ہیں جس نے اسلام کے استحکام کے لئے حسینؑ جیسے پیارے بھائی پر جگر کے ٹکڑے قربان
کرنے کے بعد ایسی تکلیفیں اُٹھائیں کہ اُن واقعات کے خیال سے قلبِ انسانی تھرا جاتا اور کلیجہ منہ کو
آتا ہے۔ اِس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ بزرگوں کا خون تربیت ماحول اور صحبت کا انسان
کی طبیعت پر کس قدر گہرا اثر پڑتا ہے۔ سیدہؓ کی بیٹی بتائے گی کہ اسلام کسے کہتے ہیں انسانیت کیا
چیز ہے، دنیاوی تعلقات کا مطلب کیا ہے۔ شوہر کی رضامندی، بچوں کی تربیت اور بہن
بھائیوں کی محبت کیا معنی رکھتی ہے۔ اسلامی تاریخ سے واقفیت ہونے کے علاوہ اس کتاب سے
یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ واقعۂ کربلا کے حقیقی اسباب کیا تھے۔ اور کربلا کے بعد کیا ہوا۔ کربلا کا
حال اس قدر دردانگیز ہے کہ ہچکی بندھ جاتی ہے۔ کوفہ اور دمشق میں حضرت زینب کبریٰؓ
کی تقریریں اور مکالمے۔ سفرِ شام اور مدینہ کی واپسی سے وفات تک کے حالات کے
بعد سیدۃ النساءؑ کی بیٹی کی انسانی اور اسلامی خوبیوں اور مختلف نسوانی حیثیتوں پر بحث ہے۔ کتاب
شروع سے آخر تک درد واثر سے پُر ہے۔ قیمت عہ/۲

عصمت بک ڈپو۔ کوچۂ چیلان۔ دہلی

[م جو رل]